مُجھے اپنے دِل میں رکھنا

پاک سوسائٹی

ڈاٹ کام

نبیلہ ابر راجہ



نبیلہ ابر راجہ

مجھے اپنے دل میں رکھنا

ستونوں والے گول برآمدے میں گھومتے ہوئے وہ آج ہمیشہ سے زیادہ بے چین تھی ایک بے نام سی اداسی نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کیا ہوا تھا سخت چبھنے والی دھوپ پوری حویلی میں پھیلی ہوئی تھی مگر وہ تو گرمی تک سے بے نیاز تھی سخت جھلسا دینے والی لو چل رہی تھی ہر طرف ہو کا عالم طاری تھا۔

اس کی پالتو مرغیاں جامن کے گھنے پیڑ کے نیچے دھوپ سے بچ کر سر نیہوڑائے پڑی تھیں سفید رنگ کا موٹا سا کتا جس کا نام اس کے بے پناہ وزن کی وجہ سے صناع نے پانڈا رکھا ہوا تھا وہ بھی حویلی کے بیرونی گیٹ سے اندر آ گیا تھا پیاس کی شدت سے وہ بار بار اپنی لمبی زبان باہر نکال رہا تھا صناع نے اس کے کھانے پینے والے گول گہرے برتن میں تازہ پانی بھرا اور پھر دوبارہ برآمدے میں آ گئی اس کی آنکھوں میں اب نیند اتر آئی تھی مندی مندی بند ہوتی تھکی تھکی آنکھوں کو اس نے گھڑی کے ہندسے پہ گاڑ دیا ابھی صرف تین بجے تھے۔

اس نے سامنے والے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا اس کی اماں اندر عادت کے مطابق ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد سو رہی تھیں وہ بھی اپنے کمرے میں آ گئی باہر کے مقابلے میں اندر گرمی کا احساس نہ ہونے کے برابر تھا اس نے پنکھے کی رفتار کو اور بھی تیز کر دیا اور بستر پہ گر گئی چند منٹ کے بعد وہ بے خبری کی نیند سو رہی تھی۔

اس کی آنکھ بہت دیر کے بعد کھلی جب اماں کے پاس سیپارہ پڑھنے والے بچے آ چکے تھے اسے عصر کی نماز قضا ہونے کا افسوس سا ہوا۔ وہ اٹھ کر باہر آ گئی جہاں بچے زور زور سے باآواز بلند اپنا سبق دہرا رہے تھے۔ اس نے ایک نگاہ آسمان کو دیکھا جہاں پرندوں کی ڈاریں گھر واپس جا رہی تھیں ہوا کے زور سے شیشم اور جامن کے درختوں کے پتے مسلسل ہل رہے تھے زرد زرد نارنجی تھکا تھکا سا سورج ایک کونے میں اونگھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ سفید دوپٹے کے ہالے میں فاطمہ کا چہرا بہت پرسکون لگ رہا تھا۔

صناع نے زوردار جمائی لی اور اماں کے پاس چلی آئی جو بڑے پیار اور توجہ سے بچوں کا سبق سن رہی تھیں۔

''آج بڑی لمبی نیند لی تم نے عصر کی نماز ہی نکل گئی میں نے دو تین بار تمہارے کمرے کا دروازہ بجایا مگر تم بہت گہری نیند میں تھیں شاید'' انہوں نے لمحہ بھر کے لیے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا اور نامحسوس انداز میں سرزنش کی تو وہ بے طرح شرمندہ ہو گئی اور اسی وقت وضو کرنے چلی گئی۔

مغرب کی نماز کے ساتھ عصر کی قضا نماز ادا کر کے بھی اس کی شرمندگی کم نہ ہوئی تو وہ چھت پہ چلی آئی مگر اماں نے فوراً آواز دے کر اسے نیچے بلوا لیا۔

''صناع اس وقت چھت پہ نہ جایا کرو ہر اچھی بری روح اپنے ٹھکانے پہ لوٹ رہی ہوتی ہے۔'' انہوں نے اس کے سانے روپ سے نگاہ چراتے ہوئے کہا۔ صناع کے چہرے پہ بچپن اور جوانی کا حسین سنگم جمع تھا جوانی کا ایک اپنا حسن ہوتا ہے وہ اسی دور میں داخل ہو رہی تھی۔ فاطمہ تو اسے نظر لگنے کے خوف سے غور سے دیکھتی بھی نہیں تھیں انہیں لگتا وقت بہت تیزی سے گزرا ہے صناع نے کتنی جلدی قد کاٹھ نکال لیا تھا۔

وہ ماضی کے دھندلکوں میں کھونے لگیں انہوں نے بڑی کٹھن زندگی گزاری تھی صبر آزما طویل جدوجہد کی تھی تب کہیں جا کر آسانی نصیب ہوئی تھی کم عمری میں شادی ہوئی اور بیس برس کی عمر میں بیوگی بھی نصیب بن گئی صناع ان کے شوہر کی وفات کے...

بعد پیدا ہوئی تب سے اب تک فاطمہ نے حالات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور مردوں کی طرح زندگی گزاری۔

شوہر کی وفات کے بعد کسی نے انہیں رنگین کپڑوں میں نہیں دیکھا ان کی بڑی بڑی غلافی آنکھیں سرمے سے محروم لب سرخی سے خالی اور بال الجھے الجھے سے نظر آتے۔ لمبے بالوں کی کس کر چٹیا بنائے



دوپٹہ ماتھے تک اوڑھے وہ ہر آرزو سے بے نیاز ہو چکی تھیں۔ گاؤں والے ان کے کردار کی پختگی کی بنا پہ ان کی بے پناہ عزت کرتے۔ ان کے سسر جو بڑے رعب دار زمیندار تھے انہوں نے فاطمہ پہ بہت زور دیا کہ وہ ان کے چھوٹے بیٹے امجد سے شادی کر لے جو نیم پاگل سا تھا دراصل وہ گھر کی عزت گھر میں رکھنے کے قائل تھے پر فاطمہ نے اسی گھر میں رہنے کو ترجیح دے کر امجد کے ساتھ شادی سے انکار کر دیا تھک ہار کر وہ خاموش ہو گئے یہاں تک کہ فاطمہ کے بالوں میں چاندی کے تار چمکنے لگے اب تو ان کے سسر بھی اس دنیا میں نہیں رہے تھے فاطمہ اس گھر میں حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے دیوانے امجد اور صناع کے ساتھ اکیلی رہ گئی تھیں۔

امجد مست الست اپنے آپ میں مگن انسان تھا زیادہ وقت گھر سے باہر رہتا گھر آتا تو صناع منتیں کر کر کے اسے کپڑے بدلنے پہ آمادہ کرتی کیونکہ اسے امجد چاچا سے بہت محبت تھی ماں کے بعد اس کا دم صناع کے لیے غنیمت تھا۔ فاطمہ کا کوئی اور بہن بھائی نہیں تھا۔ صفدر کا خاندان بھی مختصر سا تھا لے دے کر امجد ہی اب سب کچھ تھا بے شک وہ نیم پاگل تھا مگر مرد تو تھا ہاں اس کی وجہ سے فاطمہ نے بھی ہمت پکڑی ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

مختصر سی پگڈنڈی کے بعد طویل میدان سنسان تھا اس کے آگے دکانوں کا سلسلہ تھا سب سے پہلے قادر ٹیلرنگ ہاؤس تھا دکان کے عین سامنے سالخوردہ زنگ آلود لوہے کے ٹکڑے پہ بڑے بڑے حروف میں قادر ٹیلرنگ ہاؤس "لکھا ہوا تھا اس کے بعد فتو نان بائی اور اس کے بعد اکرام نائی کی دکان تھی جہاں پہ چوبیں میں سے پندرہ گھنٹے میوزک بجتا رہتا تھا۔

حسب معمول چھٹی کے بعد وہ جونہی اسکول کے بعد جانا پہچانا راستہ طے کرنے لگی تو اکرام نائی کی دکان کے عین سامنے حامد کہیں سے اچانک برآمد ہو کر آ گیا ایسا مسلسل دو ماہ سے ہو رہا تھا وہ تو اب حامد سے خوفزدہ رہنے لگی تھی وہ اکرام نائی کی دکان کے باہر اپنے آوارہ دوستوں کے ساتھ کھڑا نظر آتا صناع کو آتا دیکھ کر ٹیپ ریکارڈر کی آواز اونچی کر دی جاتی معنی خیز فقرے اچھالے جاتے آوازیں کسی جاتیں اشارے بازی کی جاتی۔

آج وہ اسے دوکان کے باہر نظر نہیں آیا تو وہ کبھی کہ جان چھوٹ گئی مگر وہ اچانک بوتل کے جن کی طرح حاضر ہو گیا اب تو پسینہ اس کے ہر مسام سے گویا پھوٹنے لگا دو لڑکے اور بھی دکان کے اندر سے نکل آئے حسب عادت ٹیپ ریکارڈر کی آواز اونچی کر دی گئی صناع نے گھبرا کر چادر کو اپنے گرد مضبوطی سے لپیٹ لیا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔

آنچل ذرا سا وہ لہرا گئی
بے چین دل [illegible] تڑپا گئی

حامد بھی اس کے پیچھے قدم اٹھانے لگا اس کے دوست بھی اس کے ساتھ تھے۔

"یہ تو بڑی مغرور ہیں تم سے بات تک کرنا گوارا نہیں کرتیں۔" حامد کا ایک دوست اسے سنانے کے لیے قصداً "اونچی آواز میں بولا تو وہ ہنسنے لگا۔

جونہی پٹواری کا مکان نظر آیا حامد اور اس کے دوست دوبارہ پیچھے کی طرف لوٹ گئے۔ صناع نے گھر پہنچتے ہی بستہ ایک طرف رکھا اور چارپائی پہ گر سی گئی۔

اماں اندر تھیں ورنہ وہ اس کا ہونق چہرا اور پیلا پڑتا رنگ دیکھ کر پریشان ہو جاتیں کچھ دیر وہ یونہی پڑی رہی پھر اٹھ کر پانی پیا اماں ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر آئیں اور روزانہ کی طرح خود اس کے لیے کھانا لائیں آج سلاد کے ساتھ اس کی پسندیدہ املی پودینے کی چٹنی بھی تھی دال چاول اس کے علاوہ تھے مگر اس نے بے دلی کے ساتھ چند لقمے زہر مار کیے اور برتن ایک طرف کر دیے۔ اب کیا ہو گا یہی ایک سوال اس کے ذہن میں چکرا رہا تھا اسے حامد کی خود میں دلچسپی بالکل بھی اچھی نہیں لگی اگر اس کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تو مارے خوشی کے پھولے نہ سماتی کیونکہ حامد اثر و رسوخ والا

صورت شکل میں اچھا اور دل موہ لینے کا فن جاننے والا تھا مگر وہ اس سے بالکل متاثر نہیں ہوئی فاطمہ نے اس کے ہوش سنبھالنے کے بعد اس کے کانوں میں یہ بات ڈال دی تھی کہ تم عزت والے باپ کی بیٹی ہو کہیں میرا سر نہ جھکانا۔

صناع عمر کے ایسے دور میں تھی جہاں ہر چمکتی چیز آنکھوں کو بھلی لگتی ہے برے بھلے کی تمیز جوانی کی آہٹوں میں گم ہو جاتی ہے وہ بھی عمر کے اسی حصے سے گزر رہی تھی جو بہار کی آمد میں شمار ہوتا ہے۔ صناع کی ایک عادت تھی کہ وہ جلدی کسی سے فری نہیں ہوتی تھی اسکول میں بھی اس کی کوئی ایسی سہیلی نہیں تھی جسے راز دار اور بہترین دوست کہلانے کا حق حاصل ہو سکے محلے میں بھی وہ کسی کے گھر نہیں جاتی تھی فاطمہ نے اس کی پرورش ہی اس انداز میں کی تھی کہ وہ اپنے آپ سے باہر نہیں نکلتی تھی اماں کے بعد تنہائی اسے بہترین رفیق محسوس ہوتی۔ حامد کی حرکتوں نے اسے عاجز کر کے رکھ دیا تھا اماں سے بھی وہ اس موضوع پہ بات کرنے کی ہمت نہیں پاتی تھی اب خود ہی اندر اندر گھل رہی تھی پژمردگی اور پریشانی اس کے چہرے سے صاف محسوس کی جا سکتی تھی اس کا چہرہ تو کھلی کتاب کی مانند تھا ایک ایک لفظ صاف پڑھا جا سکتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یار حامد چھٹیاں ختم ہونے کو ہیں اور تم ابھی تک اس لڑکی کو نہیں پٹا سکے ہو۔" رستم نے اسے گویا غیرت دلائی تو سجاد نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"کچھ شکار بہت زیادہ بھگاتے ہیں اتنا کہ بندے کو تھکا دیتے ہیں مگر ایسے مشکل شکار کو کھانے کا مزا ہی کچھ اور ہوتا ہے۔" حامد نے اپنی ایک آنکھ دبا کر کہا "ویسے حامد تمہارا یہ نیا شکار ابھی پوری طرح جوان نہیں ہوا ہے۔"

"رنگ رنگ کے پھولوں کو مسلا ہے ان کا رس پیا ہے دیکھنا چاہتا ہوں کھلتی ہوئی کلی کیسی ہوتی ہے اس کی خوشبو کیسی ہوتی ہے تم نے کبھی گلاب کے پودوں کو دیکھا ہے اگر دیکھا ہے تو یہ بات بھی علم میں ہو گی کہ ان کی سرسبز ٹہنیوں پہ ننھی منی کلیاں کتنی بھلی اور پیاری لگتی ہیں میں اب بھی کیاریوں میں سے اکثر کلیاں توڑ کر پھینک دیتا ہوں تمہیں کیا بتاؤں کہ اس عمل سے مجھے کتنی سنسنی خیزی محسوس ہوتی ہے" بولتے بولتے اس کا لہجہ بہکنے لگا تو وہ اٹھ کر کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ تا حد نظر سینکڑوں ایکڑ پہ پھیلی ان کی جاگیر دکھائی دے رہی تھی وہ کچھ دیر وہیں کھڑا باہر جھومتے درختوں کے پتوں کو دیکھتا رہا پھر ٹھنڈی سانس لے کر پلٹ آیا۔

"یار حامد میں تو چیٹنگ سے بھی تنگ آ گیا ہوں زیادہ آن لائن لڑکے ہوتے ہیں جو لڑکیاں بن کر ہمیں ہی دھوکہ دیتے ہیں سوچا تھا تمہارے گاؤں آ کر خوب انجوائے کریں گے مگر یہاں تو۔" اس نے ٹھنڈی سانس بھرتے ہی بات ادھوری چھوڑ دی مگر حامد سجاد کی اس ادھوری بات کا مطلب جان گیا۔

"چلو کیا یاد کرو گے کنویں والی زمین کے ڈیرے پہ آج رات تمہاری انجوائے منٹ کا مکمل سامان مہیا کر دوں گا۔" حامد نے سینے پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "بس ذرا بابا جان کی طرف سے تھوڑی پریشانی ہے ویسے تو اپنی جوانی میں وہ خود بھی کوئی زاہد خشک نہیں رہے مگر تمہیں پتہ ہے ناں آج کل کے باپوں کا۔ میرے دو واقعات ان کے کانوں تک پہنچے ہیں مگر انہوں نے کہا کچھ نہیں خاموشی برقرار ہے ابھی تک اس لیے میرا اندازہ ہے کہ فیوچر میں وہ میرے لیے کوئی پریشانی نہیں پیدا کریں گے۔"

"ہاں تم سے میں پوری طرح متفق ہوں ہمارا بھی انجوائے کرنے کا زندگی سے خوشیاں کشید کرنے کا حق ہے یہ گولڈن پیریڈ پھر کہاں آئے گا بڑھاپے میں تو ہم ایسا کرنے سے رہے۔" رستم پرجوش آواز میں اپنے خیالات کا اظہار کر رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج حامد اپنی مقررہ جگہ پہ اسے نظر نہیں آیا تو اس کے سینے سے ایک سکون بھری سانس خارج ہوئی وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتی کیکروں والے کنویں کے پاس پہنچی تو اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا حامد آگے کنویں کی منڈیر پہ بیٹھا مسکرا رہا تھا۔ مونچھوں کو تاؤ دیتا وہ اس کے راستے میں حائل ہو گیا۔

"تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو اتنی اچھی کہ حویلی کی زینت بنانے کو جی چاہتا ہے۔" اسے بغور دیکھتے ہوئے وہ مخمور لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"کبھی میرے گھر آؤ ناں بڑی اماں کل تمہاری اماں کا ذکر کر رہی تھیں کہ کافی دنوں سے انہیں نہیں دیکھا ہے ملک وقار کی شادی بھی طے ہو گئی ہے سب گاؤں والوں کو بلایا ہے تمہارا دعوت نامہ بھی ہے ضرور آنا میں انتظار کروں گا یا اگر تم چاہو تو میں تمہیں گاؤں سے باہر گھمانے لے جاؤں فلم دکھاؤں گا۔" آج تو حامد کا لہجہ و انداز دونوں ہی بدلے ہوئے تھے سارے غصے نخوت کے اس کی جرات پہ مناع کے گال سرخ ہو کر رہ گئے۔

"ہٹیے میرے راستے سے" اس کا لہجہ اعتماد سے عاری تھا۔

"صرف ایک بار کہیں سکون سے مل بیٹھیں تو پھر تمہیں پریشان نہیں کروں گا وعدہ کرو ملو گی ناں پھر یوں نہیں ہو گا صرف تمہیں دیکھنے کے لیے صبح وسویرے اٹھتا ہوں دوپہر میں خوار ہوتا ہوں" حامد کا انداز ایسا تھا کہ مناع کا دل تذبذب میں پڑ گیا۔

"ایک بار ملو گی ناں۔" نہ چاہتے ہوئے بھی اس کا سر اثبات میں ہل گیا۔ حامد اس کے راستے سے ہٹ گیا۔ مناع کو جاتے دیکھ کر اس کے لبوں پہ معنی خیز سی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

آج اسے بالکل بھوک نہیں تھی اماں سے نظر بچا کر برتن جوں کے توں باورچی خانے میں رکھ آئی۔ گزشتہ واقعات ایک ایک کر کے اس کے ذہن میں آ رہے تھے کچھ سوال دل و دماغ کو بے قرار بے سکون کر رہے تھے اسے حامد سے ملنے کا وعدہ کرنے کے بعد احساس جرم ہو رہا تھا کہ اسے یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ حامد کھاتے پیتے بااثر خاندان کا لڑکا تھا شہر کے کالج میں زیر تعلیم تھا اسے تو ایک سے ایک خوب صورت لڑکی مل سکتی تھی پھر اس نے میرا ہی انتخاب کیوں کیا یہ بات اسے الجھن میں ڈال رہی تھی اور کسی گڑبڑ کا اشارہ کر رہی تھی۔ یہی چیز اس کے کچے ذہن کو پریشان کر رہی تھی وہ آخر کیا کرے کس کو بتائے کہ اس کے سینے سے بوجھ ہٹ جائے۔

"ہاں ٹھیک ہے اماں کے سوا میرا کون ہے میں انہیں سب کچھ بتا دوں گی وہ خود معاملے کو سلجھا لیں گی۔" وہ خود سے بول رہی تھی۔ پھر دبی دبی آواز اور روئے روئے لہجے میں اس نے سارا واقعہ اماں کے گوش گزار کر دیا۔ وہ خاموشی سے ہمہ تن گوش رہیں گفتگو کے بیچ میں بار بار اس کے چہرے کا جائزہ لے کر اس کی سچائی کو جانچتی رہیں۔ مناع اب خاموش ہو گئی تھی فاطمہ سر جھکائے کسی سوچ میں ڈوبی رہیں پھر اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئیں چادر اوڑھ کر وہ حویلی چلی گئیں۔

حویلی والے یوں تو ان کی بہت عزت کرتے تھے مگر بگڑے بیٹے کے بارے میں کوئی سچ کیسے برداشت کر سکتے تھے بڑے ملک صاحب غصے میں آ گئے۔

"حامد ایسا جوان نہیں ہے چلو مان لیتے ہیں اگر موج مستی میں آ کر اس نے کوئی ایسی ویسی شرارت کر بھی دی ہے تو کیا ہوا اس عمر میں سب ایسی شرارتیں کرتے ہیں پھر حامد جو اتنا آگے بڑھا تو اس میں تمہاری بیٹی کی مرضی بھی شامل ہو گی عورت اگر ٹھیک ہو تو مرد اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا برائی حامد میں نہیں بلکہ تمہاری ـــ" انہوں نے بات ادھوری چھوڑ دی مگر فاطمہ ان کا مطلب بخوبی سمجھ گئیں وہ غم و غصے کے عالم میں وہاں سے نکلیں۔ سارا الزام ان کی معصوم بچی کے سر آیا تھا وہ کیسے مان لیتیں کہ مناع قصوروار ہے انہوں نے تو اسے زمانے کی ہوا تک سے بھی بچا کر رکھا تھا جو عزت برسوں سے انہوں نے سنبھال سنبھال کر رکھی تھی وہ جملوں میں وہ تار تار ہو کر رہ گئی تھی اگر مناع قصوروار ہوتی تو ہرگز انہیں اس قصے کی ہوا نہ لگنے دیتی۔

خلاف توقع امجد آج گھر پہ ہی تھا اور مناع اس کے آگے کھانا رکھ رہی تھی اب بھی اس کی آنکھوں میں آنسو چمک رہے تھے ایسے ہی آنسو فاطمہ کی آنکھوں میں بھی تھے امجد کھانا چھوڑ کر ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ فاطمہ نے بے اختیار مناع کو چمٹا لیا اس کا نازک وجود ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

"وہ کہتے ہیں تمہاری بچی ٹھیک نہیں ہے اس کی مرضی سے حامد میں اتنی ہمت آئی ہے بھلا میری مناع ایسی کیسے ہو سکتی ہے۔ مجھے کیا ضرورت تھی ان کے پاس جانے کی نورین کا انجام سامنے ہے اس کے ماں باپ بھی حامد کی شکایت لے کر گئے تھے جس کے نتیجے میں انہوں نے ملکوں کی پوری پوری سزا بھگتی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر گاؤں بدر ہونا پڑا بدنامی الگ ہوئی پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا ہو گا۔" فاطمہ بہت عرصے بعد یوں رو رہی تھیں امجد کے ذہن میں فاطمہ کے جملے نقش ہو کر رہ گئے وہ خود بار بار دہرانے لگا۔

"بھلا میری مناع ایسی کیسے ہو سکتی ہے۔" اس نے خود سے گویا سوال کیا اس عالم میں وہ کہیں سے بھی پاگل نہیں لگ رہا تھا نیم پاگل امجد حویلی روانہ ہو گیا اب حامد کی بد قسمتی کہ داخلی دروازے کے باہر حامد اپنے دو دوستوں کے ساتھ وہاں کھڑا باتیں کر رہا تھا۔ امجد اندھا دھند اس پہ پل پڑا "میری مناع ایسی کیسے ہو سکتی ہے" اسے رگیدتے ہوئے وہ ایک ہی فقرہ دہرا رہا تھا اس عالم میں اس میں بے پناہ طاقت آ گئی تھی۔ حامد اس ناگہانی پہ سناٹے میں آ گیا اس کے دوست ششدر تھے اتنے میں نوکروں نے شور مچا دیا کہ پاگل امجد حامد پہ حملہ آور ہو گیا ہے حامد کی ماں اور تائی بھاگتی ہوئی گیٹ پہ آ گئیں چوہدری منصور کے کانوں تک بھی شور پہنچا تو ان کا جلالی خون جوش میں آ گیا ایک معمولی آدمی کے ہاتھ ان کے بیٹے کے گریبان تک کیسے پہنچے ایک پاگل کی یہ جرات کہ ان کے اعلیٰ خون کو یوں بے عزت کرے انہوں نے دیوار کے ساتھ لٹکی اپنی رائفل اتاری جو پہلے ہی لوڈ تھی۔ ادھر حامد اب اس ناگہانی افتاد سے سنبھل چکا تھا اس وقت امجد اس کے دوستوں کی ٹھوکروں پہ تھا لہولہان امجد کے ساتھ باقی کسر ملک منصور کی چلائی گولی نے پوری کر دی تھوڑی دیر تڑپنے کے بعد وہ ساکت ہو گیا تو ملک صاحب نے حکم دیا کہ اسے اس کے گھر چھوڑ آؤ۔ اس کی لاش گھر پہنچنے سے پہلے اس کی موت کی خبر فاطمہ تک پہنچ گئی۔ مناع الگ ایک کونے میں ڈری سہمی بیٹھی ہوئی تھی۔ فاطمہ کا کلیجہ امجد کی لاش کو دیکھ کر شق ہو گیا تھا اگر انہیں علم ہوتا کہ ان کی زبان سے نکلے ایک جملے کے زیر اثر امجد یہ کر گزرے گا اور اتنی بے دردی سے مارا جائے گا تو وہ کبھی یہ لفظ زبان سے نہ نکالتیں مگر اب کیا ہو سکتا تھا جس امجد کو وہ زندگی بھر نیم پاگل تصور کرتی رہیں نہ جانے کس برتے پہ وہ ملکوں سے ٹکر لے بیٹھا۔

تھوڑی دیر کے بعد لوگ ان کے گھر جمع ہونا شروع ہو گئے سب ہی اس المناک موت سے خوفزدہ تھے۔ امجد ایک بے ضرر بندہ تھا کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی وہ اللہ لوک مست ملنگ سا آدمی تھا اپنے آپ میں مگن رہتا اس کا یوں بے دردی سے مارا جانا ان سب سے برداشت نہیں ہو رہا تھا سب اپنی اپنی بولیاں بول رہے تھے بڑے ملک کو آتے دیکھ کر خاموش ہو گئے وہ فاطمہ کے پاس آ کر رک گئے۔

"مجھے امجد کی موت پہ بہت افسوس ہے۔" الفاظ کے برعکس لہجے میں افسوس کا رتی بھر شائبہ نہ تھا۔

"یہ اپنی غلطی سے مارا گیا ہے بھلا اسے ملک حامد پہ ہاتھ اٹھانے کی کیا ضرورت تھی خود چیونٹی کی طرح مر گیا اب اس بات کو پی جاؤ اس میں تمہاری ہی بہتری ہے خاص طور پہ تمہاری بیٹی کی۔ بدنام تو ہو ہی چکی ہے جینا بھی مشکل ہو جائے گا لوگ گلی گلی محلے محلے تمہاری عزت اچھالیں گے۔ یہ کچھ پیسے رکھ لو امجد کے کفن دفن کے کام آئیں گے۔" انہوں نے ہرے ہرے نوٹوں کی گڈی فاطمہ کی طرف پھینک دینے کے انداز میں بڑھائی مگر انہوں نے رقم لینے کے لیے ہاتھ آگے نہیں بڑھائے تو ملک مختار نے روپے وہیں ان کے پاس رکھے اور رخصت ہو گیا۔ ملکوں کے گھر کی عورتیں بھی تعزیت کے لیے آئی تھیں۔

"اس منحوس صناع کی وجہ سے امجد مارا گیا سنا ہے کہ امجد نے صناع کو چوہدری حامد کے ساتھ قابل اعتراض حالت میں دیکھا تھا تبھی تو بات اتنی بڑھ گئی کہ وہ چھوٹے ملک پہ حملہ آور ہو گیا وہ اسے مار کر صناع کو بھی مارنا چاہتا تھا اللہ لوک تھا تو کیا ہوا بے غیرت تو نہیں تھا اس بے غیرتی و بے شرمی کی وجہ سے ہی اس بیچارے کا امجد کو بھی جوش آ گیا تبھی تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھا اب اس فاطمہ کو دیکھو شوہر کے مرنے کے بعد پھونک پھونک کر زندگی گزاری اور بیٹی نے موقع ملتے ہی چاند چڑھا دیا ایسی بیٹی خدا کسی کو بھی نہ دے توبہ توبہ۔" عورتیں اپنے اپنے انداز میں نمک مرچ لگا کر اس واقعے کو بڑھا چڑھا کر بیان کر رہی تھیں۔ بس جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں تھیں صناع کا رو رو کر گلا بیٹھ گیا تھا جبکہ فاطمہ بالکل چپ تھیں اگلی صبح امجد کی تدفین ہو گئی۔

* * *

"تمہارے امتحان کب ہیں۔" فاطمہ نے دودھ دوہتے ہوئے چارپائی پہ بیٹھی سوچوں میں مستغرق صناع سے پوچھا تو وہ چونک گئی فاطمہ سوال کرنے کے بعد دوبارہ بھینس کے تھنوں کی طرف متوجہ ہو گئیں اور تندہی سے دودھ نکالنے لگیں گرم گرم تازہ دودھ کی دھار بالٹی میں گرتی تو شڑاپ کی عجیب آواز آتی۔ امجد کی وفات کے بعد دونوں میں بات چیت تقریباً بند تھی دونوں اپنی اپنی سوچوں میں مگن رہتیں آج بہت دن کے بعد یہ پہلی بات تھی جو فاطمہ نے اس سے کی تھی۔

"اماں میرا جی نہیں چاہتا اسکول جانے کو۔ لڑکیاں عجیب عجیب باتیں کرتی ہیں میری طرف اشارے کر کے ہنستی ہیں جیسے میں ان سے الگ ہوں ان کی نگاہیں الزامات کے پتھر پھینکتی ہیں میں کیسے جاؤں امتحان دینے۔" استنے دنوں کا لاوا پھوٹ نکلا وہ سسک اٹھی۔

"بس یہ امتحان دے لو بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔" وہ بے تاثر انداز میں بولیں اور دودھ کی بالٹی اٹھا کر اندر چلی گئیں۔ تعزیت کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا رات دونوں ماں بیٹی تھک کر چور ہو جاتیں۔ فاطمہ کو اب تو دودھ بھی خود دوہنا پڑتا کیونکہ منور کب سے گاؤں گیا ہوا تھا تقریباً" آٹھ ماہ ہو گئے تھے وہ ابھی تک نہیں لوٹا تھا نہ اس کی کوئی خبر آئی تھی وہی بھینسوں کی دیکھ بھال کرتا تھا انہیں چارا ڈالنا نہلانا دودھ دوہنا مویشیوں کا باڑا صاف کرنا پھر دودھ مقررہ جگہ پہنچانا آج کل فاطمہ پہ یہ اضافی ذمہ داری بھی آ پڑی تھی انہوں نے اپنے پڑوسی جمیل سے کسی قابل اعتبار آدمی کا بندوبست کرنے کو کہا ہوا تھا جو بھینسوں کو سنبھال سکے اس عمر میں بھی وہ خود بہت چاق و چوبند تھیں حویلی کے سارے کام ان کے ذمے تھے زمینوں کے معاملات بھی وہی دیکھتی تھیں منشی ولی محمد جب سے فوت ہوئے تھے اس کے بعد فاطمہ نے کسی نئے ملازم کا بندوبست نہیں کیا تھا اب زمینیں رہ ہی کتنی گئی تھیں جن کی وہ دیکھ بھال نہیں کر سکتی تھیں منشی ولی محمد کی بھی انہیں ضرورت نہیں تھی مگر چونکہ شوہر کے زمانے سے ہی وہ ان کے ہمراہ تھے اس لیے وہ اپنی وضع داری کی وجہ سے خاموش تھیں۔ کیونکہ زمینیں زیادہ تر با اثر لوگوں کے قبضے میں جا چکی تھیں انہوں نے قانونی کارروائی کی کوشش کی مگر یہاں بھی شنوائی نہیں ہوئی تو تھک ہار کر وہ خاموش ہو گئیں اب گھر کا خرچ اور صناع کی تعلیم زمینوں سے ہونے والی آمدنی کی وجہ سے چل رہی تھی۔ فاطمہ بہت خوددار تھیں کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا تنگی تکلیف کے باوجود کسی کو اپنے اندر کی خبر نہیں ہونے دی صبر و شکر کے ساتھ وقت گزارا۔ وہ صناع کو بہت زیادہ پڑھانا چاہتی تھیں انہیں سفید کوٹ میں ملبوس لیڈی ڈاکٹر بہت اچھی لگتی تھی وہ چاہتی تھیں صناع بھی پڑھ لکھ کر ڈاکٹر بن جائے تاکہ وہ سکون کی زندگی جو تھوڑی ہی رہ گئی ہے جی سکیں صناع بھی دل لگا کر پڑھ رہی تھی کہ یہ ناخوشگوار واقعہ پیش آ گیا وہ بہت بے دلی کے ساتھ اسکول جاتی تھی میٹرک کے امتحانات میں تھوڑا عرصہ ہی رہتا تھا مگر اب تو اس کا پڑھنے میں دل ہی نہیں لگتا تھا لڑکیوں کی باتوں کی وجہ سے اسے رونا آتا تھا آج اس نے فاطمہ کو پہلی بار یہ بات بتائی تھی وہ بھی ایسی ہی اڑتی اڑتی خبریں سن چکی تھیں مگر کہنے والے کی زبان کون پکڑ سکتا ہے۔

اگلے سال حامد نے انتخابات میں حصہ لینا تھا آج کل میں اس کے امتحان ہونے والے تھے اگلے سال ڈگری کے ساتھ اس نے الیکشن کے میدان میں اترنا تھا بذات خود اسے سیاست میں حصہ لینے کا شوق نہیں تھا مگر اس کے دادا اور والد زبردستی اسے مجبور کر رہے تھے مگر اس کے ارادے کچھ اور ہی تھے جس کی ہوا ابھی تک اس نے کسی کو نہیں لگنے دی تھی۔ امجد کے چالیسویں پہ فاطمہ نے اپنی واحد رشتہ دار جو ان کی خالہ زاد تھیں کو امجد کی موت کا بتایا تو وہ بہت خفا ہوئیں اور اسی وقت اپنے شوہر کے ساتھ آنے کے لیے تیار ہو گئیں۔

فاخرہ فاطمہ کی خالہ زاد بہن تھیں ان کی شادی ایک کھاتے پیتے مالدار گھرانے میں ہوئی تھی شادی کے بعد فاخرہ شوہر کے ساتھ راولپنڈی میں مقیم تھیں ابراہیم سرکاری نوکری کرتے تھے ساتھ ہی چلتا ہوا کاروں کا شوروم تھا خدا نے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں دی تھیں بیٹا اسماعیل ڈاکٹر تھا جبکہ بڑی بیٹی ارشہ بھی بھائی کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہاؤس جاب کر رہی تھی اس سے چھوٹی روشانہ سوشیالوجی میں ماسٹرز کر رہی تھی ان کا یہ چھوٹا سا گھرانہ خوشحال اور پرسکون زندگی گزار رہا تھا جو اس دور میں ایک بہت بڑی نعمت تھی۔ فاخرہ کو امجد کی موت کی اطلاع ملی تو انہیں دکھ کے ساتھ غصہ بھی آیا کہ فاطمہ نے اکیلے ہی سب کچھ برداشت کر لیا اور انہیں نہیں بتایا۔ وہ پنڈی سے آٹھ گھنٹے کا سفر طے کرنے کے بعد گاؤں ابھی ابھی پہنچی تھیں اور یہی شکوہ کر رہی تھیں کہ فاطمہ نے انہیں پوری بات بھی نہیں بتائی۔ سوجی سوجی آنکھوں والی صناع کو انہوں نے گلے لگا کر پیار کیا اور اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔

"کتنی بڑی ہو گئی ہے اور پیاری بھی فاطمہ تم اسے آگے ضرور پڑھانا شہر میں ایک سے ایک اچھا کالج ہے میٹرک پاس کرتے ہی تم اسے میرے پاس بھیج دینا میں خود اس کا داخلہ کراؤں گی کیوں ابراہیم۔" انہوں نے شوہر کی طرف تائید طلب نگاہوں سے دیکھا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں بلکہ صناع بیٹی کے کام آ کر مجھے خوشی ہو گی۔" انہوں نے پاس بیٹھی صناع کے سر پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو فاطمہ کو اپنی مشکل اور بھی آسان ہوتی محسوس ہوئی۔

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ دسویں پاس کرتے ہی تمہارے پاس شہر بھیج دوں گی تاکہ پڑھ لکھ کر اپنے پاؤں پہ کھڑی ہو جائے۔" ابراہیم نے بھی ان کی ہاں میں ہاں ملائی۔ فاخرہ اور ابراہیم کے لیے انہوں نے بڑے کمرے میں بستر لگوایا پلنگ پہ نئی نکور کڑھائی والی چادر بچھائی اور اس کے ساتھ کا تکیہ رکھا رات کے کھانے پہ دیسی گھی ڈال کر مرغی بنائی ساتھ یخنی والے چاول تیار کیے صناع نے منع کرنے کے باوجود ان کا ہاتھ بٹایا اور میٹھے میں دودھ والی سویاں بنائیں۔ اماں کی اس عمر میں بھی کام کاج کی عادت اسے برداشت نہیں ہوتی تھی وہ ان کا ہاتھ بٹانا چاہتی تھی مگر وہ اسے کسی کام کو بھی ہاتھ نہ لگانے دیتیں کہتیں "تم صرف پڑھائی پہ دھیان دو تمہارے ابا کی روح خوش ہو گی۔" فاطمہ کی قبل از وقت بوڑھی آنکھوں میں امیدوں کے ہزار دیے جگمگانے لگتے۔



"ابراہیم آپ نے میری بات کا برا تو نہیں مانا جو میں نے فاطمہ سے صناع کے بارے میں کہی۔" فاخرہ ان سے دھیمی آواز میں مخاطب ہوئیں تو وہ حیران سے ہو گئے۔

"ارے کون سی بات۔"

"وہی کہ میٹرک کے بعد صناع ہمارے ہاں آ جائے اور کالج میں داخلہ لے آپ انکار مت کیجیے گا۔ فاطمہ میری خالہ زاد ہے اس دنیا میں میری آپ کے بعد واحد رشتہ دار اور صناع اس کی بیٹی ہے لائق اور پڑھائی کی شوقین ہے۔"

"بیگم کیسی باتیں کر رہی ہو جیسے میں اور تم کوئی غیر ہیں تم نے کیسے سوچ لیا کہ مجھے برا لگے گا یا میں انکار کر دوں گا ارشہ اور روشانہ میری بیٹیاں ہیں اسی طرح

صناع بھی میرے لیے بیٹیوں کی طرح ہے اس کے سر پر تو باپ کا سایہ بھی نہیں ہے میرے لیے تو یہ فخر کی بات ہے کہ صناع کے سر پہ ہاتھ رکھوں۔" وہ بڑے نرم لہجے میں بولے تو فاخرہ کے سارے اندیشے جو بے بنیاد تھے اڑنچھو ہو گئے۔

☼ ☼ ☼

حامد دونوں ہاتھ کمر پہ باندھے مسلسل ٹہل رہا تھا رستم اور سجاد اس کی لیفٹ رائیٹ سے تنگ آ گئے تھے آج کل ان کے سالانہ امتحان ہو رہے تھے پڑھائی خاک ہو رہی تھی امتحان کا غم غلط کرنے کے لیے دوسری سرگرمیوں پہ زور تھا۔ "دیکھنا رستم میں اس لڑکی کو چھوڑوں گا نہیں وہ کچھ کروں گا کہ یاد کرے گی کب تک مجھ سے بچے گی بھی نہ۔ کبھی ہاتھ تو آئے گی اسے گھر سے اٹھوانا میرے لیے مسئلہ نہیں ہے بس ذرا یہ امجد والا معاملہ دب جائے پھر اس صناع کی صنائی کو دیکھیں گے۔" وہ خباثت سے ہنسا تو باقی دوست بھی مسکرانے لگے۔

"آج رات میں نے رانی جی کو بلایا ہے تم دیکھو تو ضرور وہ دو کے غضب کا سراپا ہے۔" حامد نے تعریف کی تو ان کا اشتیاق دوچند ہو گیا۔

صناع کا سینٹر شہر میں بنا تھا جو ان کے گاؤں سے کم از کم دو ڈھائی گھنٹے کی مسافت پہ تھا فاطمہ پریشان تھیں کہ کیسے اس مسئلے کا حل نکالیں اگر پیچھے کوئی گھر اور دیگر کاموں کی دیکھ بھال کرنے والا ہوتا تو انہیں اتنی فکر نہ ہوتی اب وہ ایک اکیلی جان اور سو بکھیڑے ایسے وقت میں زرینہ نے ان کی مشکل آسان کی اور کہا کہ جب تک صناع کے امتحان ختم نہیں ہو جاتے وہ ان کے گھر اور بھینسوں کی دیکھ بھال کرے گی وہ اطمینان سے صناع کو چھوڑنے اور لینے جائیں ان کی اپنی بیٹی کا بھی بھلا ہو جائے گا جو صناع کے ساتھ ہی امتحان دینے جا رہی تھی۔ لاری اڈے پہ ویگنیں اور تانگے کھڑے رہتے تھے جن کے پاس اپنی کوئی بس تھی ان کے لیے شہر جانا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ مشکل تو صناع جیسی لڑکیوں کے لیے تھی جن کے سر پہ نہ باپ کا سایہ تھا نہ بھائی کا مان والا وجود۔ پرچے کا ٹائم نو بجے تھا فاطمہ معمول سے جلدی اٹھ جاتیں تاکہ وقت پہ شہر پہنچا جا سکے۔ صناع کے تمام پرچے بخیر و خوبی ہو گئے تو انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب بس رزلٹ کا انتظار تھا اماں معمول کے کام میں مگن رہتیں اور صناع اپنی وحشت ناک سوچوں کے حصار میں مقید رہتی۔ رات سوتے ہوئے خواب میں بھی چاچا امجد کا چہرہ اسے بے چین کیے رکھتا کتنی بے رحمی سے ان ظالموں نے انہیں موت کے دہانے پہ پہنچایا تھا حالانکہ چاچا امجد کتنے معصوم اور بے ضرر تھے وہ واقعی پاگل تھے جو ملک حامد پہ ہاتھ اٹھانے کی جرات کی اگر ہوش مند ہوتے تو ایسی حرکت کیوں کرتے اور نہ یوں اپنی جان سے جاتے صناع کے دل میں ملکوں کے لیے بہت غصہ تھا اماں کے سامنے اکثر وہ اس کا اظہار بھی کر جاتی تو وہ اسے چپ کروا دیتیں۔

☼ ☼ ☼

یہ گھر یہ گلیاں یہ گاؤں چھوڑنے کا تصور بھی اس کے لیے سوہان روح تھا۔ اماں نے اسے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کی چیزیں رکھ لے تو وہ فاخرہ اور ابراہیم کو اطلاع کرتی ہیں تاکہ وہ آ کر اسے لے جائیں۔ صناع کا رزلٹ آئے آج آٹھواں روز تھا اور مسلسل آٹھ روز سے وہ اسے یہی بات کہہ رہی تھیں۔ وہ شہر میں کیسے رہ پائے گی بے شک خالہ بہت پیار کرنے والی تھیں ان کی بیٹیاں بھی ان کی طرح ملنسار اور محبت کرنے والی تھیں یہی حال ابراہیم خالو کا تھا مگر وہ اماں کو چھوڑ کر کیسے جائے گی؟ آج کل یہی ایک سوال اس کے ذہن کے نہاں خانوں میں پرورش پا رہا تھا۔

ابراہیم خالو اسے خود لینے آئے تو فاطمہ نے پہلی بار امجد کی موت کی حقیقت اور حامد کے بارے میں سچائی ان کے سامنے رکھی۔ اڑتی اڑتی خبریں انہیں بھی ملی تھیں مگر وہ روایتی کم ہمتی کی وجہ سے خاموش تھے اب فاطمہ نے بذات خود ان پہ اعتبار کرتے ہوئے جب یہ بات انہیں بتائی تو وہ پرسکون ہو گئے دل پہ رکھا بوجھ

سرک گیا ساتھ ان ماں بیٹی کی بے بسی انہیں غم و غصے میں مبتلا کر گئی۔

"فاطمہ بہن تم اگر چاہو تو یہ معاملہ طاقت کے ذریعے بھی حل ہو سکتا ہے میرے دوست کا بیٹا پولیس سروس میں ہے اثر و رسوخ والا میں اس سے بات کروں تو وہ گاؤں کے تھانے میں تعینات تھانیدار سے بات کرے گا تاکہ حامد اپنی من مانیاں نہ کر سکے۔"

"نہیں ابراہیم بھائی خدارا ایسا مت کریں یہ ملک خاندان والے تو قتل و غارت گری کے عادی ہیں یہاں کا تھانیدار ان کی مٹھی میں ہے میں صبر کر چکی ہوں اور سارا معاملہ اللہ پہ چھوڑ دیا ہے وہ جو کرے گا بہتر کرے گا بس حامد کی طرف سے پریشان تھی مگر اب جب صناع آپ کے ساتھ جا رہی ہے تو مجھے یہ فکر بھی نہیں رہی ہے آپ ہر طرح سے اس کا خیال رکھنا اس کے بدلے میرے پاس آپ کے لیے دعائیں ہیں۔" وہ احسان مندی کے جذبات سے مغلوب تھیں۔

شہر تک کا فاصلہ صناع نے روتی آنکھوں اور دکھتے دل کے ساتھ طے کیا۔ سب بہت اچھے طریقے سے ملے تاکہ اسے اجنبیت کا احساس نہ ہو۔

روشانہ نے کالج میں داخلے کے وقت اس کی بڑی مدد کی۔ داخلہ فارم پر کرنے سے لے کر فیس جمع کروانے تک وہ اس کے ساتھ رہی۔ روشانہ نے ہی اس کے لیے گھر سے قریب تر کالج چنا جو پڑھائی کے میدان میں اپنا ایک معیار رکھتا تھا۔ مضامین منتخب کرنے میں بھی روشانہ نے اس کی مدد کی۔ جس روز کالج میں اس کا فرسٹ ڈے تھا روشانہ اس کے ساتھ گئی تاکہ اس کی جھجھک کم ہو سکے اور وہ سینئرز کی شرارتوں سے بھی محفوظ رہ سکے۔

☆ ☆ ☆

آج چھٹی تھی تمام افراد خانہ گھر پہ ہی تھے صناع بھی آج دیر سے سو کر اٹھی اتوار والے دن کوئی بھی دس بجے سے پہلے نہیں اٹھتا تھا۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ بھی کچن میں آ گئی جہاں ہما ناشتہ بنا رہی تھیں خالہ فاخرہ انہیں ناشتے کے بارے میں ہدایات دے رہی تھیں "اٹھ گئی ... ہو جاؤ ڈائننگ ہال میں سب وہیں ہیں۔" اسے ... گھسیٹتے دیکھ کر انہوں نے محبت سے ٹوکا تو وہ شرمندہ ہو گئی اماں کی طرح خالہ فاخرہ بھی اسے کسی کام کو ہاتھ نہیں لگانے دیتی تھیں اسماعیل اور اریشہ اس سے بالکل کسی بڑے بھائی بہن کی طرح مخلص تھے روشانہ تو اسے بہت چاہتی تھی۔ اسماعیل اور اریشہ کے برعکس وہ خاصی باتونی اور زندہ دل تھی اس لیے صناع بھی اسے بہت پسند کرتی تھی۔ یونیورسٹی آنے کے بعد وہ ہر ممکن طور پر اسے کمپنی دینے کی کوشش کرتی تاکہ وہ خود کو غیر نہ سمجھے اور اس کی کوششوں کی بدولت ہی صناع بہت جلدی یہاں ایڈجسٹ ہو گئی تھی اب وہ سب کے ساتھ کمفرٹیبل ہوتی جا رہی تھی تکلف کا خول چٹخنے لگا تھا اکثر چھٹی والے دن روشانہ اسے ساتھ ملائے نئے نئے کھانے بنانے سکھاتی آج کل وہ صناع کو چائنیز بنانا سکھا رہی تھی ہر اتوار کو وہ اسے ایک نئی ڈش سکھاتی اس چنڈی میں اس کے تین ماہ گزر گئے اب فرسٹ ٹرم امتحان ہونے والے تھے وہ زیادہ وقت پڑھنے میں رہتی روشانہ ہنستی کہ "تم نے تو انہیں سالانہ امتحان تصور کر لیا ہے جو یوں نیندیں بھی حرام کی ہوئی ہیں" وہ بس دھیرے سے مسکرا دیتی۔ خوب دل لگا کر اس نے تمام پیپرز دیے۔

کالج بارہ روز کے لیے بند تھا اس نے فاخرہ خالہ سے اماں سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے اسماعیل سے کچھ کہا۔ وہ فوراً "ٹرین کے ٹکٹ" لے آئے اور خود ساتھ اسے گاؤں چھوڑنے آئے اور اماں کو ڈھیروں ہدایات دے کر لوٹ گئے اگر ... معاملہ نہ ہوتا تو وہ بھی فاطمہ خالہ سے ملنے ... تھی پھر ابراہیم بھی کراچی گئے ہوئے تھے پیچھے گھر کی ذمہ داری اسماعیل پہ تھی سب اس پہ ... کرتے تھے۔ اماں نے کتنی دیر اسے سینے سے لگائے رکھا۔ صناع کو بھی سکون کا احساس ہوا۔ یہ دن لگا کر اڑ گئے کوئی ناگوار واقعہ پیش نہیں آیا اور اس کے جانے کا دن بھی آ گیا۔ یہاں سے اسے واپس دوبارہ بذریعہ ٹرین جانا تھا فاطمہ نے فاخرہ کو اس کے آنے کی اطلاع دے دی۔ روانگی کے وقت ہمیشہ کی طرح وہ بہت اداس تھی فاطمہ بمشکل اپنے آنسو چھپا رہی تھیں اسے خود اسٹیشن پہ چھوڑنے آئیں اور ٹرین روانہ ہونے تک کچھ پڑھ پڑھ کر اس پہ دم کرتی رہیں۔ صناع کو جب تک وہ نظر آتی رہیں وہ ہاتھ ہلاتی رہی آہستہ آہستہ ٹرین سب جانے پہچانے مناظر اور چہروں کو پیچھے چھوڑتی گئی۔

اگلے اسٹیشن سے ایک پیاری سی لڑکی اس کی ہم سفر بنی اس کی گود میں کمبل میں لپٹا ہوا بچہ بھی تھا اپنے حلیے اور سراپے سے وہ ہرگز ایک بچے کی ماں نہیں لگ رہی تھی صناع سے وہ خود ہی بے تکلف ہو گئی کیونکہ بوگی میں موجود دوسری دو لڑکیوں نے اسے خاص لفٹ نہیں کرائی۔ پندرہ بیس منٹ میں وہ لڑکی صناع سے اس کے بارے میں سب کچھ معلوم کر چکی تھی اپنے بارے میں کچھ پوچھنے کا اس نے موقع ہی نہیں دیا خود صناع میں بھی یہ خوبی نہیں تھی کہ وہ دوسروں سے ان کے بارے میں کچھ معلوم کر سکے وہ بہت باتونی ____ تھی صناع جیسے ہی اس سے نام پوچھنے کی کوشش کرتی وہ لڑکی کوئی اور قصہ چھیڑ دیتی۔ وہ یہ سوچ کر خاموش رہی کہ چھ سات گھنٹے کا سفر اس ہم سفر کی بدولت اچھا کٹ جائے گا۔ اگلے اسٹیشن پہ ٹرین رکی تو لڑکی اسے اپنے سامان کا دھیان رکھنے کا کہہ کر خود نیچے اتر گئی وہ کہہ رہی تھی "مجھے بھوک لگ رہی ہے کچھ کھانے کے لیے لاتی ہوں۔" ٹرین رکتے ہی چند اور مسافر بھی ان کی بوگی میں چڑھ آئے صناع نے لڑکی کا ہینڈ بیگ اپنے قریب گھسیٹ لیا جس کی زپ کھلی ہوئی تھی اندر سے فیڈر اور چند ... جھانک رہے تھے اس نے لڑکی کی لاپروائی پہ ... کرتے ہوئے بیگ کی زپ بند کر دی۔

دس بارہ منٹ گزر گئے صناع نے یونہی کھڑکی سے ... یہ خاصا بارونق اسٹیشن تھا ٹھیلوں اور ریڑھیوں پہ اشیائے خورد و نوش فروخت ہو رہی تھیں۔ دائیں طرف دو کانوں کے ساتھ بسوں کا اڈا اور ٹیکسی اسٹینڈ تھا چند رکشے بھی نظر آ رہے تھے مگر اس کی ہم سفر کہیں بھی دکھائی نہ دے رہی تھی نہ جانے کہاں چلی گئی تھی صناع نے ایک بار پھر کھڑکی سے سر نکال کر دیکھا جانے اسے زمین کھا گئی تھی یا آسمان۔ صناع کو تو اس کا نام تک پوچھنے کا موقع نہ ملا خود اپنے بارے میں ہی بتاتی رہی۔ ٹرین یہاں صرف پندرہ منٹ کے لیے رکتی تھی مگر اب تو گھنٹہ ہو چلا تھا ٹرین ہنوز رکی ہوئی تھی ابھی تک وہ لڑکی بھی نہیں لوٹی تھی اب اس کے ساتھ کے تمام مسافر باہر جھانک رہے تھے کچھ نیچے اتر گئے تھے تاکہ ٹرین کی روانگی میں تاخیر کا سبب معلوم کر سکیں۔ پھر اس کے دیکھتے ہی دیکھتے دائیں طرف سے جیپیں نمودار ہوئیں ٹرین کا سارا عملہ باہر نکل آیا۔ میگافون پہ اعلان ہوا کہ ٹرین کے سب مسافر ٹرین کے اندر ہی اپنی اپنی جگہ موجود رہیں اگر کسی نے فرار کی کوشش کی تو نتائج کا ذمہ دار خود ہو گا۔ ہر طرف پولیس ہی پولیس پھیلی ہوئی تھی ان کی اتنی نفری کی موجودگی میں کوئی پاگل ہی بھاگنے کی حماقت کر سکتا تھا۔ صناع کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اس نے بے خیالی میں پاس پڑا ہینڈ بیگ اپنی گود میں رکھ لیا وہ اس کی مالک کے بارے میں ہی سوچ رہی تھی جبکہ باقی تمام مسافر متفکر اور متجسس تھے۔ اتنے میں دو اسمارٹ سے نوجوان ان کے کمپارٹمنٹ میں گھس آئے ایک دروازے میں کھڑا رہا جبکہ دوسرا اندر آ گیا وہ مسافروں کے سامان کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہا تھا۔ صناع ان کے تلاشی انداز سے خائف سی ہو گئی۔ وہ سوٹ کیس کور اور ٹفن باکس تک کو ٹٹول رہے تھے پھر جیسے ہی اس کی نگاہ صناع کی گود میں رکھے ہینڈ بیگ پہ پڑی وہ تیزی سے اس پہ جھپٹا پل بھر میں بیگ کا سارا سامان باہر تھا اسے جو کچھ چاہیے تھا مل چکا تھا۔

"انسپکٹر رؤف ہری اپ۔ بم برآمد ہو چکا ہے فوراً اسے بم ڈسپوزل عملے کے پاس لے جاؤ وقت کم ہے میں ان محترمہ کو لے کر آتا ہوں۔" تمام مسافروں میں خوف کی لہر دوڑ گئی جبکہ صناع کے ہاتھوں کے طوطے ہی

اڑ گئے اس پیچیدہ صورتحال نے اس کی عقل ہی سلب کر لی رونے اور بولنے کی کوشش میں وہ منمنا کر رہ گئی باہر ہر طرف پولیس ہی پولیس تھی مسافر صناع کے بارے میں ہی گفتگو کر رہے تھے۔

"شکل دیکھو کتنی معصوم ہے اور حرکتیں دہشت گردوں والی ہیں قرب قیامت کے آثار ہیں اب لڑکیاں بھی ان کاموں میں ملوث ہو گئی ہیں میں تو دیکھتے ہی سمجھ گیا کہ یہ لڑکی ٹھیک نہیں ہے۔ ہم تو موت کے منہ میں جاتے جاتے بچے ہیں نہ جانے کیا حشر ہوتا تھا۔"

"بس اللہ نے ہی بچایا ہے اب پنڈی یہاں سے دور نہیں ہے صرف دو گھنٹے کا سفر باقی ہے شاید بم اسٹیشن پہ جا کے پھٹتا۔" کچھ مسافر صناع کی طرف اشارے کر کر کے باتیں کر رہے تھے۔ باوردی لباس میں ملبوس ایک سپاہی صناع کے پاس چوکنا انداز میں کھڑا تھا اس کی ٹانگوں نے اس کا بوجھ سہارنے سے انکار کر دیا تھا رنگت زرد ہو چکی تھی وہ قریب المرگ شخص کی طرح تھی کہ موت کا فرشتہ اب آیا کہ تب آیا۔ ایک اور باوردی نوجوان ٹرین کے اندر آ گیا۔

"سر اس کے اور ساتھی تو فرار ہو چکے ہیں بم کو ناکارہ بنایا جا چکا ہے میرے لیے کوئی اور حکم۔" وہ سول کپڑوں میں ملبوس اس نوجوان سے مخاطب تھا جس نے صناع سے ہینڈ بیگ لیا تھا۔

"اس کمپارٹمنٹ میں موجود سب مسافروں سے بیان لیں اور سب انسپکٹر خالدہ سے کہیں کہ پہلے اس کی تلاشی لے لیں پھر اسے میرے پاس لانا تب تک میں جائے واردات کا نقشہ تیار کرتا ہوں۔ میں خود اسے ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

اس نے اپنے ماتحت کو حکم دیا اور کاغذی کارروائیوں میں مصروف ہو گیا۔ اس خاتون پولیس نے جب اس کی تلاشی لی تو مارے شرم اور خوف کے اس کی حالت غیر ہو گئی۔ اسے دوبارا سول کپڑوں میں ملبوس نوجوان کے پاس لایا گیا۔ اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا تھا۔

"آپ لوگ کون ہیں۔" صناع نے اس نازک صورتحال میں یہ سوال کیا۔ ریوالور بردار نے جواب دینے کے بجائے جیب میں ہاتھ ڈال کر سروس کارڈ باہر نکال لیا اور اس کے سامنے کر دیا۔

"اے ایس پی زیاد بابر علی آفیسر آن اسپیشل ڈیوٹی۔" وہ چبا چبا کر بولا تو صناع کی آنکھوں تلے اندھیرا سا چھا گیا اسے اپنا سوال احمقانہ سا لگا۔

"چلو آگے تمہارا مذموم کھیل ختم ہو چکا ہے۔" اے ایس پی نے اسے پستول سے ٹھوکا دیتے ہوئے چلنے کا اشارہ کیا۔

"یقین کیجیے اس معاملے کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ ہینڈ بیگ میرا نہیں ہے ایک دوسری لڑکی ہے وہ پچھلے اسٹیشن سے سوار ہوئی یہاں اتر کر کھانے کے لیے کچھ لینے جا رہی ہوں میرے سامان کا خیال رکھنا۔ میں اسی کا انتظار کر رہی تھی اور اس کا بیگ گود میں رکھ لیا تاکہ کوئی چیز ادھر ادھر نہ ہو جائے مجھے کیا پتہ اس میں بم ہے اگر مجھے پتہ ہوتا تو اسے گود میں نہ رکھتی۔" وہ گاڑی میں بیٹھنے تک صفائی پیش کرتی رہی زیاد نے اہمیت نہیں دی۔ اس نے وائرلیس سیٹ پہ ماتحتوں کو ہدایت دینی شروع کر دی۔ ہیڈ کانسٹیبل صناع پہ رائفل تانے بیٹھا تھا کہ کوئی خطرناک مجرم ہو۔

"آپ لوگ الرٹ رہیں اور ٹیکسی ڈرائیوروں سے بھی انویسٹی گیشن جاری رکھیں دوسری لڑکی ٹیکسی میں فرار ہوئی ہو گی بس بھرنے میں ناکام تھی اتنی دیر وہ انتظار کرنے کا رسک نہیں لے سکتی" وہ بول رہا تھا۔ صناع نے بہت دفعہ بولنے کی کوشش کی مگر اسے ڈانٹ کر چپ کروا دیا گیا۔ زیاد کے وائرلیس سیٹ پہ کوئی اہم اطلاع آئی تو اس کی ساری حسیات بیدار ہو گئیں دوسری طرف کوئی چونکانے والی خبر تھی۔

"میں بس ابھی آ رہا ہوں۔" باوردی ڈرائیور ریش ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ زیاد کو جو اطلاع ملی اس کے مطابق ٹیکسی اسٹینڈ سے بارہ کلومیٹر کے فاصلے پر

ہو جاتا کہ ہوا بم ٹیکسی میں پایا گیا تھا جس کے پرخچے بھی اڑ گئے تھے تاہم کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ ہیڈ کوارٹرز جانے سے پہلے ہی ڈائریکٹر انسپکٹر جنرل کا فون آ گیا کہ وہ فی الحال اس پکڑی جانے والی لڑکی سے پوچھ گچھ کرے۔ زیاد صناع کو ساتھ لے کر تھانے آ گیا۔ فی الحال اس نے کوئی سختی نہیں برتی تھی۔

"دیکھو سب کچھ صاف صاف بتا دو تم دہشت گردی کے الزام میں ملوث ہو یہ کوئی عام معاملہ نہیں ہے کہ تم کچھ دے دلا کر بچ جاؤ تمہارا وہ حشر ہو گا کہ تمہاری آئندہ آنے والی نسلیں بھی کانپ اٹھیں گی۔" وہ اسے دھمکا رہا تھا جبکہ صناع مسلسل انکار کر رہی تھی ایسی صورتحال سے سابقہ پڑنے کا اس نے تصور بھی نہ کیا تھا اس کا سوچ سوچ کر برا حال ہو رہا تھا کہ اب وہ چھ بجے والی ٹرین سے پنڈی نہیں پہنچی ہو گی تو خالہ فاخرہ کے ساتھ دیگر گھر والوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔ زیاد نے اسے لیڈی ہیڈ کانسٹیبل کے سپرد کر دیا جس کی شکل سے ہی سختی ٹپک رہی تھی۔

"لے جاؤ اسے نرمی سے بات نہ بنے تو ترکیب نمبر آٹھ۔" زیاد نے اسے لے جانے کا اشارہ کیا تو فرزانہ نے اس کی کلائی مضبوطی سے تھام لی۔

"مجھے سب بتا دو شکل سے لگ رہا ہے کہ تمہارا یہ پہلا کیس ہے نئی پنچھی لگ رہی ہو اور پہلی بار ہی پھنس گئی ہو شاباش مجھے بتا دو ورنہ اے ایس پی صاحب خود انویسٹی گیشن کریں گے وہ ذرا وکھری ٹائپ کے ہیں تمہارے جیسی ہٹ دھرم لڑکیاں انہیں پسند ہیں وہ کمرا خاص میں لے جا کر اپنے طریقے سے تفتیش کرتے ہیں کمرا خاص کا مطلب سمجھتی ہو۔" فرزانہ نے اس طریقے سے کمرا خاص کا لفظ ادا کیا وہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔

"پتہ چل گیا مجھے تمہاری گھبراہٹ سے کہ اس دھندے میں اناڑی ہو اور اپنے اے ایس پی لڑکیوں کے معاملے میں بڑے بدنام ہیں اب بھی وقت ہے مان جاؤ ورنہ رات کو وہ خود لے جائیں گے۔" فرزانہ نے ڈرایا دھمکایا تو وہ رونے لگی۔

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں کہ میں نے کچھ نہیں کیا ہے میں پنڈی اپنی خالہ کے پاس رہتی ہوں اپنی ماں سے ملنے گئی ہوئی تھی کہ واپسی میں وہ لڑکی میرے ساتھ ہم سفر بنی۔ اللہ کی قسم مجھے نہیں پتہ کہ وہ کون تھی یا کسی دہشت گرد کے ساتھ اس کا تعلق ہے اگر مجھے پتہ ہوتا تو میں اس کا بیگ اپنی گود میں کیوں رکھتی۔" اس نے اپنی طرف سے مضبوط دلیل دی تو فرزانہ ہنسنے لگی۔

"پتہ نہیں تم واقعی معصوم ہو یا بن رہی ہو یہ نسلی منافرت پھیلانے والی تنظیمیں اپنے کارکنوں کے دل و دماغ میں وہ زہر انڈیلتی ہیں کہ انسان ہر حد سے گزرنے پہ تیار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ موت کا سامنا کرتے ہوئے بھی انہیں ڈر نہیں لگتا۔"

"مگر میرا تعلق ایسی کسی تنظیم کے ساتھ نہیں ہے آپ یقین کریں۔"

"ٹھیک ہے نہ بتاؤ پر اے ایس پی کے آگے تمہارا رواں رواں بولنے لگے گا وہ جانتے ہیں کون کس طرح سے بول سکتا ہے اور کس سے کیا کچھ اگلوایا جا سکتا ہے صبح تک بچ نہیں جاؤ گی اپنی جوانی پہ ہی رحم کھاؤ میں بہت نرمی سے پیش آ رہی ہوں تمہارے پاس سوچنے کے لیے تھوڑا وقت ہے سوچو میں پھر آؤں گی۔" وہ چلی گئی صناع کا پورا جسم ہی جیسے یکدم بے جان ہو گیا۔

"اب مجھے کون بچائے گا وہ اے ایس پی آنے والا ہو گا پھر پھر۔ اسماعیل بھائی بتاتے ہیں کہ پولیس والے بڑے سفاک ہوتے ہیں بے جان چیزوں تک سے اقرار جرم کرا لیتے ہیں پھر میری جیسی لڑکی کی کیا اہمیت ہے یہ اے ایس پی جانے کیا کرے گا۔" وہ گھٹنوں میں سر دیے رونے میں مصروف ہو گئی۔



فاطمہ بطور خاص ساتھ والے قصبے میں آئی تھیں تاکہ ابراہیم بھائی کے گھر فون کر کے صناع کی بابت معلوم کر سکیں کیا وہ پہنچی ہے یا نہیں۔ اتفاق سے ابراہیم نے ہی فون ریسیو کیا۔ فاطمہ نے چھوٹتے ہی

صناع کا پوچھا۔

"صناع پہنچی ہے کہ نہیں میں نے اسے بالکل ٹھیک ٹائم پہ گاڑی میں بٹھایا تھا۔ پہنچ گئی ہوگی اب تو سات بج رہے ہیں۔" کیسا یقین تھا ان کے لہجے میں۔ ابراہیم جھٹلا نہ سکے۔

"ہاں آ گئی ہے ابھی ابھی سوئی ہے کہہ رہی تھی تھک گئی ہوں۔" انہوں نے دانستہ غلط بیانی سے کام لیا اگر وہ سچ بول دیتے تو فاطمہ پریشان ہو جاتیں ٹرینوں کا کیا ہے دیر سویر ہو جاتی ہے۔ فاطمہ کے فون بند کرنے کے بعد انہوں نے تیسری بار ریلوے انکوائری فون کیا جہاں سے مسلسل انگیجڈ ٹون آ رہی تھی کافی دیر بعد فون ملا دوسری طرف سے بتایا گیا کہ "ٹرین راولپنڈی کی حدود میں ہے اس میں مجرم سفر کر رہے تھے جو کہ ٹرین میں دھماکہ کرنا چاہتے تھے۔ لہٰذا اسے روک لیا گیا تاہم مجرم پکڑے گئے ہیں۔" وہ سوچوں میں ڈوب گئے انہوں نے پھر اپنے دوست کا نمبر ڈائل کیا اور زیاد کے بارے میں پوچھا۔

"جی ابھی تو گھر میں نہیں ہے۔"

"کب تک آئے گا۔"

"اس کا کوئی ٹائم نہیں ہے آج کل بہت مصروف ہے کچھ دیر پہلے آفس سے فون آیا تھا ادھر ہی گیا ہے شاید راولپنڈی آنے والی کسی ٹرین کا تذکرہ ہو رہا تھا جس میں دہشت گردی کی کارروائی کا خدشہ تھا تم پوچھ رہے ہو اس لیے مجھے یاد آ گیا ہے۔" یار نے بتایا تو وہ پریشان سے ہو گئے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں۔

☆ ☆ ☆

"سر ٹرین والی مجرمہ کا سراغ مل گیا ہے ٹیکسی ڈرائیور نے اسے جہاں اتارا تھا وہاں سے اہم کلیو ملا جس کے ذریعے ہم اس تک پہنچے اور لوگ بھی ہاتھ آئے ہیں اس لڑکی کے ساتھ چند ماہ کا بچہ بھی ہے جس کے جسم کے ساتھ ریموٹ کنٹرول بم بندھا ہوا ملا جو یقیناً" ایک اور دہشت گردی کی کارروائی میں استعمال ہونے والا تھا مجھے تو یہ کیس دی اینڈ ہوتا نظر آ رہا ہے۔" اسامہ حمید تفصیلات بتا رہا تھا۔

"آپ لوگوں نے تو کمال کر دیا اتنی جلدی ان لوگوں تک پہنچ گئے میں آپ سب کو اس کامیاب چھاپے پہ مبارک باد دیتا ہوں۔" زیاد نے توصیفی نگاہوں سے اپنے ماتحتوں کی طرف دیکھا۔ اتنے میں فرزانہ اس کے پاس چلی آئی۔

"سر مجھے تو یوں لگتا ہے کہ جیسے یہ لڑکی جو اپنا صناع نام بتاتی ہے واقعی بے گناہ ہے شاید وہ دھوکہ دہی کا شکار ہوئی ہے۔"

"آپ ٹھیک سمجھی ہیں اس طرح کے کیسز میں اچھے بے گناہ لوگ بھی شک کے گھیرے میں آ جاتے ہیں آپ اسے میرے پاس لائیں میں اسے اس کے گھر بھجوانے کا انتظام کرتا ہوں۔"

صناع کی حالت سے لگ رہا تھا وہ بہت خوفزدہ ہے زیاد نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ کھڑی رہی۔

"دیکھیے محترمہ ہم معذرت خواہ ہیں ہمیں غلط فہمی ہو گئی تھی کہ آپ کا تعلق روبی گروہ کے ساتھ ہے ان چند گھنٹوں میں آپ کو جو پریشانی اٹھانی پڑی اس کے لیے میری معذرت قبول کریں اب ذرا اپنا ایڈریس بتائیں تاکہ آپ کو باحفاظت گھر بھجوایا جا سکے۔" صناع کو اس کی بات پہ یقین نہیں آ رہا تھا پھر اس نے [illegible]

"میرا نام صناع صفدر ہے ابراہیم کمال میرے خالو ہیں میں ان کے پاس رہتی ہوں میں ان کا فون نمبر بتا رہی ہوں وہ خود آ کر مجھے لے جائیں گے۔" فرزانہ کی باتوں کی روشنی میں اسے ڈر لگ رہا تھا یہ نہ ہو گھر پہنچانے کے بہانے وہ اسے کہیں اور لے جائے پھر شاید وہ گھر والوں کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہے اس طرح کے کئی خیالات نے اس کے ذہن و دل پہ یلغار کر رکھی تھی۔ زیاد کو نمبر جانا پہچانا سا لگ رہا تھا اسے خوشگوار حیرت ہوئی یہ نام اور یہ فون نمبر تو بابا کے عزیز ترین دوست کا تھا۔

اس نے انہیں خود فون کر کے مختصراً تمام واقعات

بتائے اور ابراہیم انکل سے پھر معذرت چاہی۔ ڈیڑھ گھنٹے بعد ابراہیم اس کے پاس تھے صناع انہیں دیکھتے ہی رو دی تھی تو زیاد از سر نو شرمندہ ہو گیا۔

مارے خوف کے صناع کو اس رات نیند ہی نہیں آئی سوتے میں اٹھ بیٹھی کیسا تلخ اور بھیانک تجربہ تھا اگر بچ خالو اس وقت آ نہ جاتے تو جانے وہ اسے ایسی جگہ لے جاتے اس کا کیا حشر کرتا یہ سوال خود سے اس نے کتنی بار کیا اور سہم سہم سی گئی۔

☆ ☆ ☆

اسماعیل اپنی ساتھی ڈاکٹر شہلا میں انٹرسٹڈ تھا دونوں کی خواہش پہ تین سال قبل منگنی ہوئی تھی اریشہ کی بات طے تھی خاندان میں اپنے ہی ایک کزن کے ساتھ اب دونوں بھائی بہن کی ساتھ شادی ہونا تھی۔ روشانہ بہت خوش تھی مزے سے بازاروں کے چکر لگا رہی تھی دونوں بہنیں اکثر صناع کو بھی ساتھ لے جاتیں۔ ہر چیز کی خریداری کے لیے اس کی رائے لی جاتی کپڑے سینے کے لیے فاخرہ نے درزی گھر میں بٹھایا ہوا تھا ہمہ وقت مشینوں کی گھرر گھرر سنائی دیتی۔ صناع کی پڑھائی ڈسٹرب ہو رہی تھی۔ شام میں محلے اور رشتہ داروں کی لڑکیاں و خواتین چلی آتیں پھر چائے کا دور رات گئے تک چلتا۔ ڈھول پہ گانے گائے جاتے ہنسی مذاق ہوتا جب تک سب تھک کر چور نہ ہو جاتے سونے کا نام نہ لیتے کچھ گھر سے دور کے مہمانوں کے لیے انتظام کرائے گئے تو صناع کو بھی اپنا کمرا چھوڑنے کی قربانی دینی پڑی۔

روشانہ الگ گھن چکر بنی ہوئی تھی ساتھ صناع کو بھی ہلکان کیا ہوا تھا دونوں نے ناتجربہ کاری کے باوجود اکثر کام اپنے ذمے لیے ہوئے تھے۔ روشانہ تو بار بار اس کا شکریہ ادا کرتی کہ"

"اگر تم نہ ہوتیں تو میں کیا کرتی اس کے لہجے میں اس قدر احسان مندی ہوتی کہ وہ خوامخواہ شرمندہ ہو جاتی۔ اسے روشانہ بہت اچھی لگتی تھی اتنی اچھی کہ بعض اوقات اس کا جی چاہتا کاش اس کا ایک بھائی ہوتا تو وہ جھٹ اسے اپنی بھابھی بنا لیتی اس بات کا ذکر اس نے روشانہ سے بھی کر دیا تو وہ ہنس ہنس کر دوہری ہو گئی۔

"تھینکس گاڈ تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے جب تم مجھے اپنی بھابھی بنا کر لے جاتیں تو مجھے تنور جلا کر روٹیاں پکانی پڑتیں کنویں سے پانی بھر بھر لانا پڑتا اوپلے تھاپنے پڑتے اور بھینسوں کی رکھوالی کرنی پڑتی۔" روشانہ نے پنجابی فلم کا گویا نقشہ اس کے سامنے کر دیا "اور میرے ہاتھوں کا ستیاناس ہو جاتا رنگ کالا پڑ جاتا اوہ نو۔ اسماعیل" اس نے مبالغے کی انتہا کر دی۔ صناع بھی اس کی مستقبل کی منظر کشی پہ ہنس پڑی۔

☆ ☆ ☆

اساں تیری گل کرنی
گل کرنی اے ڈھیڈی نال
اساں تیری گل کرنی

عباس بڑے موڈ میں ٹیبل پہ ہاتھ بجا بجا کر گا رہا تھا۔ زیاد کو آتے دیکھ کر اس کے گانے میں اور بھی شوخی آ گئی اب تو فیضان بھی اس کے ساتھ شامل ہو گیا۔

"بھائی اب تو آپ شادی کروا لیں ناں تاکہ میرا راستہ بھی صاف ہو۔" وہ بے حد مسکینی سے بولا۔ فیضان نے بڑے بھائی سے نظر بچا کر اس کی پیٹھ ٹھوکی مگر زیاد کی عقابی نگاہوں سے یہ حرکت چھپی نہ رہ سکی۔

"آخر تم میری شادی کی فکر میں اتنے دبلے کیوں ہو رہے ہو۔" وہ جوتے اتارتے ہوئے بولا تو عباس اپنے تئیں بڑے دور کی کوڑی لایا۔

"اب آپ ستائیس سال کے ہو گئے ہیں بوڑھے ہو رہے ہیں آپ میرے حساب سے تو آپ کی شادی سات سال پہلے ہی ہو جانی چاہیے تھی کیونکہ پپا کہتے ہیں ان کی شادی بیس سال کی عمر میں ہوئی تھی جبکہ میں بائیس سال کا ہو چکا ہوں مگر کسی کو میری فکر نہیں ہے آپ کو اپنی جوانی کی پروا نہ سہی مگر میری جوانی پہ ترس کھائیں۔" وہ اداس لہجے میں بولا زیاد کی ہنسی چھوٹ

گئی پھر وہ فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔

"میں مما سے کہتا ہوں تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈیں۔"

"بھائی پلیز میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا مذاق کر رہا تھا انجینئر بننا میرا خواب ہے ایسے مت کریں مجھے تو آپ کی شادی کا شوق ہے۔" وہ زیاد کی سنجیدگی سے بوکھلا گیا اور صفائی دینے لگا۔ زیاد اور فیضان ہاتھ پہ ہاتھ مار کر ہنسنے لگے تو وہ احتجاجاً "واک آؤٹ" کر گیا۔

مناع آج چار دن کے بعد کالج آئی تھی اس کا ارادہ تھا کہ نادیہ سے نوٹس لے لے گی اور پڑھائی کا جو نقصان ہوا ہے اسے پورا کرلے گی اسپورٹس ویک قریب تھا سب اسی کی تیاریوں میں مصروف تھے وہ نادیہ کے ساتھ کلاس روم سے باہر بیٹھی رہی ساتھ ہی اس کا قلم کاغذ پہ تیزی سے چل رہا تھا۔ شادی کی تیاریوں کی مصروفیت کی وجہ سے ڈرائیور اسے لینے نہیں آیا لہٰذا وہ ایک لوکل کوچ میں گھر کی طرف عازم سفر ہوئی ایک دوبار پہلے بھی وہ اس طرح گھر گئی تھی اب تو اس میں کچھ اعتماد آگیا تھا یہ سب روشانہ کا کمال تھا جو اسے عزم و ہمت کے موضوع پہ لمبے لمبے لیکچر پلاتی تھی۔ گاڑی میں مسافر بہت ہی کم تھے وہ کونے والی سیٹ پہ ٹک گئی۔ اس نے ہوا کے زور سے اڑتی چادر سنبھالنی چاہی تو نگاہ یونہی باہر سڑک پہ دوڑتی گاڑیوں کی طرف چلی گئی۔ ایک دم ہفت آسمان اس پہ آپڑے کالی ہنڈا اکارڈ میں حامد اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا اس کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے اس نے مناع کو پہلے سے ہی دیکھ لیا تھا اور اس گاڑی میں اس کی موجودگی سے آگاہ تھا وہ برابر نظر اسی پہ رکھے ہوئے تھا۔ مناع نے دل میں قرآنی آیات پڑھنی شروع کردیں اس نے تھوڑی دیر کے بعد پھر باہر دیکھا حامد کی گاڑی برابر میں تھی۔ مناع کی نگاہیں اس سے چار ہوئیں تو وہ یوں مسکرایا جیسے کہہ رہا ہو مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔ اب سگنل پہ گاڑی رکی ہوئی تھی مناع نے "آناً فاناً" ایک فیصلہ کیا اور گاڑی سے اتر آئی۔ کنڈیکٹر ارے ارے کرتا رہ گیا۔ وہ تیز تیز بھاگنے کے انداز میں قدم اٹھاتی گئی اور فٹ پاتھ پہ پیدل چلنے والوں میں شامل ہو گئی اس کا خیال تھا کہ وہ حامد کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو جائے گی اس لیے شارٹ کٹ اختیار کرکے وہ دوسری سڑک پہ مڑ گئی چند منٹ ہی میں حامد نے اسے دوبارہ آ لیا اس نے گاڑی روک دی اور دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ چمکتا ہوا کالا ریوالور اس کے ہاتھ میں تھا۔ مناع اندھا دھند بھاگنے لگی حامد بھی اس کے پیچھے بھاگ رہا تھا خوش قسمتی سے اس علاقے میں پارش نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے اسے کسی کا خوف نہیں تھا۔ معاً کسی گاڑی کے ٹائر بڑے زوردار طریقے سے مناع کے پاس چرچرائے تو وہ اس گاڑی پہ الٹتے الٹتے بچی ڈرائیونگ سیٹ سے کوئی بڑی تیزی سے اتر کر باہر آیا۔ حامد الٹے قدموں وہیں سے پیچھے بھاگا اور گاڑی میں بیٹھ کر نو دو گیارہ ہو گیا۔ نو وارد مناع کے سامنے آیا تو اس کی چیخ نکل گئی وہ اسے ایس پی کو پہچان گئی تھی کی دوسری طرف بھی ایسی ہی بات تھی۔ مناع اپنی پھولی پھولی سانسوں پہ قابو پانے لگی اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ اس بندے سے یوں وہ ٹکرائے گی۔

"یہ بھی کون تھے یہ لوگ جو یوں ریوالور لہراتے ہوئے اس ویران سڑک پہ آپ کا تعاقب کر رہے تھے افسوس دور ہونے کی بناء پہ میں ان کی گاڑی کا نمبر ہی نہ دیکھ سکا۔" زیاد نے حتی الامکان محتاط الفاظ چنے پھر بھی مناع کی پیشانی عرق آلود ہو گئی وہ کچھ دیر دل ہی دل میں الفاظ سوچتی رہی پھر گویا ہوئی۔

"میں جیسے ہی کالج سے نکل کر گاڑی میں بیٹھی میرے پیچھے لگ گئے مجھے کیا پتہ کون تھے ان سے جان چھڑانے ہی کے لیے میں بیچ سگنل پہ گاڑی سے اتر آئی مگر یہ پھر بھی میرے پیچھے آگئے۔" کوشش کے باوجود وہ لہجے کی لڑکھڑاہٹ پہ قابو نہ پا سکی۔

"اچھا چلیں بیٹھیں میری گاڑی میں، شکر کریں یہاں سے گزر رہا تھا اتفاق سے رش زیادہ ہونے کی وجہ سے میں نے گاڑی اس طرف موڑلی۔ آج اسی بہانے آنٹی سے بھی ملاقات ہو جائے گی شکوہ کر رہی تھیں کہ عرصہ سے میں نے ان کی طرف چکر ہی نہیں لگایا

مناع کی روح فنا ہو گئی وہ تو ابراہیم خالو سے ملنے کی بات کر رہا تھا اگر اس واقعے کا ذکر ان سے کر دیا تو اس کی کیا عزت رہ جائے گی۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے دھندلانے لگیں۔

"دیکھیں آپ کی مہربانی ہو گی گھر میں اس واقعے کا کسی سے ذکر مت کیجیے گا خواہ مخواہ پریشان ہوں گے۔" وہ بھیگے بھیگے لہجے میں بولی تو زیاد دل میں حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے گاڑی اسٹارٹ کر کے ابراہیم انکل کے گھر کی طرف موڑلی۔ عباس یونیورسٹی سے آرہا تھا ایک چوراہے پہ سگنل ریڈ ہوا تو اس نے زیاد کی گاڑی میں اتفاقیہ طور پہ اس معصوم دوشیزہ کی صورت دیکھی وہیں اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا اس نے بائیک کی رفتار اور بھی بڑھادی تاکہ جلد از جلد جا کر اس حیرت انگیز واقعے کا ذکر فیضان سے کر سکے۔

مناع گاڑی سے اتری تو اس نے وہیں سے گاڑی کو موڑ لیا اور چلا گیا اس نے مناع کے چہرے سے پریشانی بھانپ لی تھی ابراہیم انکل اور فاخرہ آنٹی سے ملنے کا پروگرام اس لیے اس نے ترک کر دیا۔ مناع نے سکون کا سانس لیا صد شکر کہ کسی نے بھی اسے نہیں دیکھا ورنہ وہ کیا کہتی۔

زیاد گاڑی پارک کر کے اندر آیا عباس اور فیضان سر جوڑے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔ زیاد نے سلام کر کے انہیں اپنی موجودگی کا احساس دلایا۔

"بھئی سرخ انار کیوں ہوئے جا رہے ہو۔" کیپ سر سے اتارتے ہوئے وہ عام سے لہجے میں بولا تو عباس کی آنکھیں کچھ اور بھی پھیل گئیں "اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا تجاہل عارفانہ برتا تو کوئی آپ سے سیکھے کیوں فیضان؟" اس نے تائید چاہی۔

می لی مجھے اک لڑکی
صورت بھولی بھالی ہے

عباس کی گنگناہٹ پر زیاد کے ذہن میں لڑکی کے نام پہ جھما کا سا ہوا وہ فوراً بات کی تہ تک پہنچ گیا کہ عباس مناع کو دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہے "بھائی وہ سفید کپڑوں والی حسینہ کون تھی؟" اس نے شرارت سے آنکھیں نچائیں تو زیاد کا خون کھول گیا۔

"تم مجھے ایسا ویسا سمجھتے ہو وہ ابراہیم انکل کی بھانجی ہے سڑک پہ کھڑی تھی کنوینس کے انتظار میں۔ میں نے دیکھا تو ڈراپ کردیا بس اتنی سی بات ہے۔" اس نے قصداً "اصل واقعہ" نہیں بتایا کہ عباس تو بات سے بات نکالنے کا ماہر تھا۔

"بڑے بھائی آپ سڑک کے کنارے کھڑی لڑکی کو ڈراپ کرتے ہیں یا پھر ابراہیم انکل کی بھانجی کو ہی یہ اعزاز۔" زیاد کا حرکت میں آتا ہاتھ دیکھ کر عباس جملہ پورا کیے بغیر بھاگ نکلا۔

☼ ☼ ☼

"فیضان مجھے ایک بہن کا بہت شوق ہے میرا جی چاہتا ہے کاش میری ایک بہن ہی ہو۔"

"اب اس عمر میں مما پپا ہمارے لیے بہن لانے سے تو رہے۔" عباس کی حسرت سے کہی گئی بات کے جواب میں فیضان بولا تو وہ ناراضگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"لاحول ولا قوۃ میرا یہ مطلب نہیں تھا دراصل میں چاہتا ہوں کہ بھائی شادی کرلیں۔ ارے بے وقوف ہماری بھابھی ہمارے لیے تو بہن ہی ہو گی ناں۔ میں نے بھائی کی گاڑی میں لڑکی دیکھی تھی وہ سو فی صد میری بہن والے تصور پہ پورا اترتی ہے کاش بھائی مان جائیں تو مجھے بھی ایک بہن مل جائے۔ کل کیوں نہ ابراہیم انکل کی طرف چلیں دیکھیں کہ بڑے بھائی واقعی سچ بول رہے تھے یا۔" عباس نے جان کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

وہ دونوں کل زیاد کی گاڑی میں نظر آنے والی لڑکی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے اگر زیاد ان کی باتیں سن لیتا یقیناً "دونوں کو تنہا کر دیتا۔"

روشانہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئی "آج کیسے ادھر کا راستہ بھول پڑے میں تو زیاد بھائی سمیت تم سب کی فاتحہ پڑھ چکی تھی۔" وہ طنز کرنے سے باز نہ آئی تو فیضان سے بھی خاموش نہیں رہا گیا۔

"آپی آپ نے ہمارے گھر آ کر جوتے گھسا دیے ہیں۔"

"بس کیا بتاؤں اپنی مصروفیات میں پھنسی ہوئی تھی بلیو آج کل میں تمہاری طرف آنے والی تھی شادی کا دعوت نامہ دینے دو دو شادیاں ساتھ جو ہو رہی ہیں اتنا تو تمہیں پتہ ہی ہو گا سو گھے منہ مبارک باد دینے ہی آ جاتے۔"

"وہ تو دیں گے ہی پر باقی گھر والے کہاں ہیں۔" عباس متلاشی نگاہوں سے ادھر ادھر کچھ دیکھ رہا تھا۔

"سب یہیں ہیں سارے بکھیڑے میرے سپرد ہیں اگر صناع نہ ہوتی تو جانے کیا ہوتا اس نے بڑی مدد کرائی ہے۔"

"یہ صناع کون ذات شریف ہیں پہلی بار یہ نام سن رہا ہوں۔"

"میری امی کی کزن کی بیٹی ہے سو میری بھی کزن ہے ابھی تم سے ملواتی ہوں۔" ساتھ ہی اس نے صناع کو آواز دے ڈالی۔

"آپی کیا بات ہے" گیلے ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتی وہ ادھر ہی آ رہی تھی۔ ڈرائنگ روم کے دروازے سے ہی دو اجنبی لڑکوں کو دیکھ کر وہ وہیں رک گئی۔ عباس قیامت کی نظر رکھتا تھا اسے دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ روشانہ اس کی گھبراہٹ بھانپ گئی اسے دوبارہ بلایا۔

"اندر آؤ ناں تمہیں ان آفت کے پرکالوں سے ملواؤں۔" روشانہ خود اس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے آئی وہ جھجک رہی تھی۔

"صناع یہ اے ایس پی زیاد علی کے چھوٹے بھائی عباس اور فیضان ہیں اور یہ میری پیاری سی کزن صناع ہے یہاں پڑھنے آئی ہے۔" عباس کا ذہن ایک ہی جملے پہ اٹک گیا کہ یہ اے ایس پی زیاد علی کے چھوٹے بھائی ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بھائی کو پہلے سے جانتی ہے ورنہ روشانہ بھائی کا حوالہ نہ دیتی اور پھر جان پہچان کے بغیر بھائی کی گاڑی میں کیسے بیٹھ سکتی تھی۔ عباس اور فیضان نے ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں میں اشارہ کیا۔

"اسے دیکھا ہے۔" عباس نے انگوٹھے کو ہلایا۔

"مجھے بھی بھائی کے لیے اچھی لگی ہے۔" جواباً فیضان نے بھی اسے اشارے سے جتایا۔ وہ دونوں کرید کرید کر صناع سے اس کے مشاغل اور پسند و ناپسند کے بارے میں پوچھ رہے تھے وہ بیچاری تو ان کے تفتیشی انداز سے تنگ آ گئی روشانہ بھی تو اسے ان دونوں کے پاس اکیلا بٹھا کر خاطر تواضع کا اہتمام کرنے چلی گئی تھی وہ دونوں اوٹ پٹانگ سوالات کے ذریعے اسے مسلسل عاجز کر رہے تھے اس کی روہانسی صورت دیکھ کر ان کی زبان بند ہوئی تو وہ موقع غنیمت جان کر باہر آ گئی۔

"بڑے بھائی کے ساتھ کتنی اچھی لگے گی ناں اگر ہماری کوئی بہن ہوتی تو یقیناً" صناع کی طرح ہوتی ناں معصوم، سادہ اور پیاری سی۔" عباس نے اس کے اٹھ کر چلے جانے کے بعد کہا فیضان اس سے پوری طرح متفق تھا۔

"بھائی کے معمولات پر نظر رکھو کہیں گڑبڑ تو نہیں ہے تاکہ ہم انہیں رنگے ہاتھوں پکڑ سکیں اور بیڑیاں پہنا سکیں۔" عباس بڑے بزرگانہ انداز میں معتبر سا بنا چھوٹے بھائی کو ہدایات دے رہا تھا۔ اس نے بھی پورا پورا عمل کر دکھایا اور باقاعدہ زیاد کی ایک ایک حرکت نوٹ کرنے لگا کہ کب اٹھے کیا کھایا کہاں گئے اور رات کو کتنے بجے سوئے پرفیوم کون سا استعمال کیا اسے ٹیلی فون کرنے والے کون کون تھے نیز وہ اداس ہیں یا خوش میوزک میں کس کو سن رہے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے بیڈ روم کی تلاشی بھی لی جاتی۔ مگر اب تک کی جانے والی تمام کوششوں میں سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہ آیا تھا اور عباس کی جھنجلاہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

استری شدہ تمام کپڑے صناع نے بڑے سلیقے سے ہینگر میں لٹکا دیے تھے صرف اریشہ آپی کا پیلا سوٹ باقی تھا جس پہ خالہ فاخرہ مکیش لگا رہی تھیں۔ صناع موقع غنیمت جان کر ذرا آرام کرنے لیٹ گئی۔ اماں بھی ایک دو روز میں راولپنڈی آنے والی تھیں سو ان سے ملنے کی خوشی ہر چیز پہ بھاری تھی اس بھری دنیا میں اب وہی تو اس کے لیے سب کچھ تھیں مگر دل ہی دل میں کچھ پریشان بھی تھی کہ کہیں اماں اس کی پریشانی کا سبب نہ جان لیں آخر ماں تھیں اس کے غموں اور پریشانیوں سے کیسے انجان رہ سکتی تھیں اچانک کسی نے اس کا کندھا ہلایا۔

"اے صناع اٹھو وقت تیزی سے گزر رہا ہے اور تم ابھی تک سر منہ لپیٹے پڑی ہو جلدی سے تیار ہو جاؤ آپی کے سسرالی دھوم دھڑکے سمیت آنے ہی والے ہوں گے اور تم ہو کہ۔ حد ہو گئی یار۔" روشانہ نے پھر اسے جھنجھوڑا تو وہ اٹھ بیٹھی روشانہ خفگی بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تمہارے کپڑے نکال دیے ہیں پہن کر فوراً آؤ اب کوئی معافی نہیں ہے۔" وہ اسے پیار بھری ڈانٹ پلا کر چلی گئی۔ فریچ شیفون کا پیلا سوٹ اور ساتھ ہی مکیش لگا پیلا چیئن کا دوپٹہ تھا قمیض سبز اور پیلے دو رنگوں میں تھی یہ سادہ سا سوٹ خالصتاً اس کی اپنی پسند تھا۔ روشانہ تیار ہو چکی تھی اور اسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"یار ذرا مسکراؤ لگ رہا ہے ڈانٹ کھا کر آ رہی ہو۔" اسے منہ بنائے دیکھ کر وہ ہنسی۔

"ادھر آؤ یہ لپ اسٹک لگاؤں اور پلکوں پہ مسکارا تو خوب جچے گا۔" روشانہ اسے اپنے آگے بٹھا کر اس کے چہرے کے ساتھ مصروف ہو گئی۔

"ڈیڈلی لگ رہی ہو ناں صناع۔" وہ آئینے میں اس کا سراپا اسے دکھاتے ہوئے داد دے رہی تھی۔

"چلو اب موڈ درست کرو اور یہ پھولوں کی طشتریاں اپنی نگرانی میں سنبھال کر رکھو ضرورت پڑے گی تو میں تم سے ہی مانگوں گی۔" روشانہ پیار سے اس کا گال سہلاتی باہر نکل گئی تو صناع نے اس کی ہدایت پہ عمل کرنا شروع کر دیا۔ مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ اسماعیل کے سسرالی مہندی کی رسم کرنے آ رہے تھے جبکہ اریشہ کے سسرال والے اسے مایوں بٹھانے آ رہے تھے دو دو فنکشن تھے سب بوکھلائے ہوئے تھے کہ کہیں کوئی کمی نہ رہ جائے۔ زیاد اپنی پوری فیملی سمیت مدعو تھا۔ عباس خوب چہک رہا تھا وہ تینوں بھائی اس وقت اسماعیل کے پاس ہی تھے جو اس بات پہ اڑ گیا تھا کہ وہ مہندی کی فضول سی رسم میں بالکل حصہ نہیں لے گا اور نہ مہندی لگوائے گا۔ سب اس سے زچ ہو گئے تھے کہ عین وقت پہ وہ کوئی گڑبڑ نہ کر دے۔ روشانہ زیاد کے پاس چلی آئی "آپ ہی بھائی کو سمجھائیں ناں خوامخواہ ضد کر رہے ہیں مہندی نہیں لگواؤں گا بھلا شہلا بھابھی کے رشتہ دار کیا کہیں گے کہ ہم کتنے دقیانوسی ہیں۔" اسماعیل تنگ آ گیا۔

"اچھا کر لو جو کرنا ہے۔" اس نے اپنی جان چھڑائی۔ ادھر عباس اور فیضان زیاد کے دوستوں سے رازدارانہ انداز میں باتیں کر رہے تھے۔

"زلفی بھائی جب اسماعیل بھائی مہندی والی چوکی سے اٹھیں گے تو آپ نے دھکا دے کر زیاد بھائی کو اس پہ بٹھانا ہے تاکہ یہ رونق یہ شادیانے ہمارے گھر کا بھی حصہ بنیں۔" اس کے سینے میں بے پناہ حسرت تھی روشانہ بھی پاس کھڑی تھی اس کی بات سن کر اس کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی اس نے صدق دل سے آمین ثم آمین کہا۔ سبز و سنہری دوپٹے کے ہالے میں صناع روشانہ دیگر لڑکیوں سمیت اسماعیل بھائی کو رسم کرنے کے لیے باہر لائی تو فیضان اور عباس کی متلاشی نگاہوں کو قرار آ گیا اب ان کی نظر بیک وقت صناع اور زیاد پہ تھی مگر وہ تو بالکل بھی ایک دوسرے کی طرف نہیں دیکھ رہے تھے۔

"ہمیں بیوقوف بنا رہے ہیں کہ بھید نہ کھل جائے۔" عباس بڑے دور کی کوڑی لایا تو فیضان فقط سر ہلا کر رہ گیا۔ بھائی کی کسی بات کو بھی جھٹلانا ویسے بھی اس کے بس کی بات نہ تھی بزور بازو وہ اپنی ہر بات کی تائید اس سے کروا کر دم لیتا تھا اس کی کہاں مجال کہ چوں بھی کرتا سو اس کی ہاں میں ہاں ملانے میں ہی بہتری تھی۔ رسم کے بعد کھانا سرو ہوا تو صناع انہیں

کہیں بھی نظر نہ آئی۔

☼ ☼ ☼

"بھائی آج آپ نے یہ سفید شلوار سوٹ زیب تن کرتا ہے آپ اس میں بہت اچھے لگتے ہیں ویسے بھی میں آپ کو یونیفارم میں دیکھ دیکھ کر اکتا گیا ہوں۔" زیاد چونک گیا مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"یہ ہٹونگ کس سلسلے میں ہو رہی ہے کہیں پیسے تو نہیں چاہئیں۔" زیاد نے اسے مشکوک نگاہوں سے دیکھا تو وہ تڑپ گیا۔

"آپ بھائی مجھے اتنا خوشامدی تصور کرتے ہیں جبکہ میں آپ کے بڑا بھائی ہونے کے ناطے سے آپ کی خدمت فرض سمجھتا ہوں۔" جذباتی اداکاری میں عباس کا کوئی ثانی نہ تھا۔

"بہت خوب یہ فرض تمہیں غالباً پہلے یاد نہیں تھا۔" زیاد نے اس پہ لطیف سا طنز کیا اور اس کے ہاتھ سے کپڑے لے لیے۔

اسماعیل کی دولہن آ رہی تھی اور اریشہ جا رہی تھی اس کی رخصتی پہ صناع بہت روئی اور تو اور روشانہ نے بھی رونے کے تمام ریکارڈ توڑ دیے اب صبح اسماعیل کی بارات تھی صناع موقع ملتے ہی سو گئی وہ بہت تھکی ہوئی تھی مگر اس عالم میں بھی اسے اماں کی یاد بری طرح ستا رہی تھی انہوں نے اطلاع بھجوائی تھی کہ وہ نہیں آ سکتیں اپنے نہ آنے کی وجہ انہوں نے نہیں بتائی تھی اس لیے اس کا پریشان ہونا لازمی امر تھا۔ اسی وجہ سے وہ شادی کے ہلے گلے کو بھی انجوائے نہیں کر پا رہی تھی۔ لڑکیاں اندر دولہن کے پاس گھسی ہوئی تھیں اسے باہر لایا جانے والا تھا۔ صناع اس ہنگامے سے الگ ہی تھی اجنبی گھر اور اجنبی چہروں کے درمیان وہ بہت بے اطمینانی محسوس کر رہی تھی۔ اسماعیل کے سسرالی خاصے امیر تھے ان کے گھر کو دیکھتے ہی اندازہ ہو جاتا تھا۔ اپنی سوچوں میں مگن وہ آتے جاتے چہروں کو دیکھ رہی تھی کہ معاً ایک لڑکے کو اپنی طرف آتے دیکھ کر حیران رہ گئی اچانک یہ حیرانی خوف میں بدل گئی اس نے اسے حامد کے ساتھ اکثر دیکھا تھا اس روز گاڑی میں بھی وہ اس کے ساتھ تھا۔ وہ قریب آتا جا رہا تھا صناع کا خوف سراسیمگی میں بدل گیا وہ سوچے سمجھے بغیر ایک طرف کو بھاگ کھڑی ہوئی اگر زیاد اسے تھام نہ لیتا تو وہ زمین بوس ہو چکی ہوتی بڑی سخت ٹکر ہوئی تھی اس کی آنکھوں کے آگے تارے سے ناچ گئے اور آنکھوں میں پانی بھر آیا۔ زیاد اسے اچھی طرح پہچان چکا تھا اسماعیل کے گھر شادی کے دوران اسے کئی بار دیکھ چکا تھا۔

"یا وحشت آپ ہر وقت اتنی گھبرائی گھبرائی اور بوکھلائی سی کیوں رہتی ہیں دیکھ کر چلا کریں۔" وہ اسے مشورہ دے کر مڑا مگر فوراً "پہلے والی پوزیشن میں آ گیا کوئی چیز اسے کرتے کے بٹن میں اٹکی محسوس ہوئی۔ صناع کے لمبے سے پراندے کا آخری سرے کا کچھ دھاگہ اس کے کرتے کے بٹن میں اٹک گیا تھا وہ شرمندہ سی ہو کر پراندے کو اپنی طرف کھینچنے لگی تو دھاگہ بٹن سے الگ ہو گیا۔ اسے خفت نے آن گھیرا۔ روشانہ نے اسے کتنا کہا تھا کہ آج بال کھلے رکھو مگر وہ نہ مانی تھی اور بالوں میں پراندہ ڈالنے کو اولیت دی۔ یہ پراندے ان کے گاؤں میں عورتیں اپنے ہاتھوں سے تیار کرتی تھیں یہاں شہروں میں یہ اچھے داموں فروخت ہوتے تھے۔ صناع کے لیے یہ رنگین دھاگوں سے بنا پراندہ اماں نے اپنے ہاتھوں سے تیار کیا تھا۔ وہ افسوس سے پراندے کو دیکھ رہی تھی جس کا آخری سرا ٹوٹ کر عجیب سا لگ رہا تھا۔ اس منظر کو عباس نے بھی دیکھا اور اس کے قریب چلا آیا صناع سوں سوں کر رہی تھی۔

"بہت زور کی ٹکر ہوئی ہے۔" عباس نے اپنے لہجے میں ہمدردی سموئی تو صناع کو اس وقت اس کا ساتھ بڑا غنیمت لگا۔

"میں پریشان سی تھی میرے پراندے کا آخری سرا بھی ٹوٹ گیا۔" وہ دلسوزی سے بتا رہی تھی "ہاں اس کا آخری سرا ٹوٹ کر۔" عباس شرارت سے آنکھیں نچا کر رہ گیا۔ صناع نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ لڑکا وہاں

وہ نہیں تھا شاید عباس کو دیکھ کر رفو چکر ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"خوب یہ صناع اب راولپنڈی میں اپنی صناعیاں بکھیر رہی ہیں ہم یوں محروم رہیں خوامخواہ اتنے عرصے خوار ہونا پڑا اور یہ ادھر چھپی رہی اس کا تو میں۔۔۔" حامد غصے سے تن فن کر رہا تھا اس وقت وہ اپنے دوستوں کے ساتھ تھا۔ رستم نے ابھی کچھ دیر پہلے اسے بتایا تھا کہ صناع اس کی مطلوبہ لڑکی سرجن کمال احمد کے گھر ان کی بیٹی کی شادی میں موجود تھی۔ حامد نے فون کر کے باقی دوستوں کو بھی بلوا لیا اب چاروں سر جوڑے اسے مسئلے پہ غور و فکر کر رہے تھے کہ کیسے صناع کا سراغ لگایا جائے۔

"اس دن سڑک پہ بھی ہاتھ آتے آتے بچ گئی مجھے نہیں ہے کہ اس کے رشتہ دار اتنی اپروچ والے ہیں۔"

"ہاں یار حامد وہ اے ایس پی زیاد علی کے بھائی سے ہی باتیں کر رہی تھی اور کیا بتاؤں کہ کیسی لگ رہی تھی بس تحفت ٹائپ کوئی چیز لگ رہی تھی یہاں آ کر تو پہلے سے زیادہ نکھر گئی ہے۔" رستم بے ہودگی سے بولا۔ حامد نے اس کی بات پہ دھیان نہیں دیا وہ اپنی سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

"سرجن کمال، اے ایس پی زیاد علی اور اس کا بھائی آخر ان سب کا صناع کے ساتھ کیا تعلق ہے۔" حامد الجھ گیا۔ حامد کو یہاں بڑے ملک نے کوٹھی لے کر دی ہوئی تھی ضرورت و سہولت کی ہر چیز یہاں موجود تھی ایک مالی، ایک چوکیدار، ایک خانساماں اور صفائی کرنے والی عورت ملازمین میں شامل تھی۔ دو مہنگی گاڑیاں پورچ میں کھڑی تھیں کھلا جیب خرچ ملتا تھا آئے روز وہ دوستوں کے ساتھ موج اڑاتا رسوائے زمانہ عورتوں کو گھر لاتا۔ پڑھائی کے نام پہ وہ ان مشاغل میں مگن تھا کالج بھی صرف چہرہ دکھانے یہ آنکھیں سینکنے جاتا۔ ملک افتخار اور ملک منصور کو اس کی تمام حرکتوں کی خبر تھی مگر وہ قصداً بے خبر بنے ہوئے تھے کہ چھوٹے ملک کی "نورِ نظر" بنی رہے۔ صناع حامد کی فطرتی کمینگی کے لیے کھلا چیلنج بن گئی تھی اور یہ دوستوں نے اس آگ کو اور بھی ہوا دے دی تھی۔ صناع کا غرور پامال کرنا اس کے لیے زندگی موت کا مسئلہ ہو چلا تھا۔

ولیمے والے دن صناع حتی الامکان کسی بھی سرگرمی میں حصہ لینے سے دانستہ گریز کرتی رہی۔ شہلا بھابھی کی مہمانوں کے ساتھ مصروف بن رہی تھی روشانہ زبردستی اسے بھی ساتھ لے گئی اور شہلا بھابھی کے ساتھ بٹھا دیا اب وہ یہاں سے اٹھنا چاہتی تھی مگر بھیڑ بھاڑ کی وجہ سے ایسا ناممکن سا لگ رہا تھا وہ نکلنے کی کوشش کرنے لگی اسے اس بات کا دھڑکا سا تھا کہ شاید آج بھی حامد کا دوست اسے کہیں دیکھ نہ لے وہ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی کہ گرتے گرتے بچی وہ ہر بار اس شخص سے عجیب صورت حال میں ٹکرائی تھی لڑکیوں کی دبی دبی ہنسی کی آوازیں اسے شرمندہ کر رہی تھیں۔ روشانہ نے ہی اتنا لمبا دوپٹہ اس کے سوٹ کے ساتھ ڈیزائن کیا تھا کہ چوڑی دار پائجامے کے ساتھ اچھا لگے گا۔

خفت کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے کیونکہ زیاد نے بگڑے تیوروں سمیت اسے کوئی بات کہی تھی جو شور کی وجہ سے وہ سن نہ سکی تھی۔

☼ ☼ ☼

فائقہ یاور علی نے اسماعیل اور شہلا سمیت ان تمام گھر والوں کو ڈنر پہ انوائیٹ کیا تھا فائقہ خود تو نہیں گئیں البتہ روشانہ اور صناع کو بہو بیٹے کے ساتھ بھیج دیا۔ روشانہ آج بہت پیاری لگ رہی تھی صناع نے اس کی تعریف کی تو وہ کھل اٹھی۔ وہ تو "یاور منزل" آتی جاتی رہتی تھی البتہ صناع آج پہلی بار آئی تھی فیضان اور عباس اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ روشانہ کا دل زیاد کو نہ پا کر بجھ سا گیا اتنی زیادہ محنت اسے ضائع ہوتی محسوس ہوئی جب کوئی دیکھنے والا ہی نہ تھا۔ ان

دونوں بھائیوں نے صناع کو پورا گھر دکھایا ایک ایک چیز کے بارے میں بتایا صناع حقیقی معنوں میں پہلی بار ان کے خلوص و التفات سے متاثر ہوئی تھی اور ان کی بہن بننے پہ راضی ہو گئی تھی اسے بھی تو ایک عدد بھائی کا شوق تھا اور یہاں ایک چھوڑ دو دو بھائی تھے۔ عباس نے اس یادگار موقعے پہ خوب صورت سا فرینڈشپ بینڈ اس کی کلائی پہ باندھا فیضان نے اسے قیمتی سا پرفیوم گفٹ کیا اب وہ اسے زیاد کا بیڈ روم دکھا رہا تھا اور ساتھ ہی اس کی پسند و ناپسند کے بارے میں بتا رہا تھا پھر اس نے تصویروں والا البم کھول کر زیاد کی بچپن سے لے کر جوانی تک کی تصویریں اسے دکھائیں عباس اور صناع کارپٹ پہ اور فیضان ان کے ساتھ صوفے پہ آگے کی طرف جھکا ہوا تھا جب آہستگی سے دروازہ کھلا۔ زیاد وہیں دروازے پہ رک گیا اسے بے پناہ غصہ آیا کہ اس لڑکی کو لے کر بیڈ روم میں بیٹھنے کی کیا تک تھی وہ کھڑے کھڑے مہمانوں سے مل کر آیا تھا تاکہ یونیفارم سے جان چھڑا کر فریش ہو سکے اور یہاں عباس و فیضان روشانہ کی کزن کو مزے سے اس کی تصویریں دکھا رہے تھے وہ اپنے بیڈ روم میں کسی تیسرے کی موجودگی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

"عباس اور فیضان فوراً باہر نکلو۔" اس نے سارے لحاظ بالائے طاق رکھ دیے۔ وہ دونوں بھائی کے اس اجنبی رویے سے خائف سے ہو گئے کہ صناع کیا کہے گی اس توہین پہ اس کا چہرہ گلابی سے سرخ ہو گیا وہ سب سے پہلے باہر نکل اس کے پیچھے پیچھے وہ بھی آ گئے۔ پھر اپنی جھینپ مٹانے اور بھائی کے رویے کی تلخی دور کرنے کے لیے وہ مسلسل صناع سے ہنس ہنس کر ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے ادھر صناع شرمندہ سی تھی کہ اس نے اس مغرور شخص کے بیڈ روم میں قدم ہی کیوں رکھا؟ وہ دونوں بھائیوں کے ساتھ اس کا موازنہ کرنے لگی عباس اور فیضان کتنے خوش مزاج اور معصوم سے تھے اسے وہ مس پولیس فرزانہ کی بات یاد آ گئی جو اس نے زیاد کے بارے میں کہی تھی اب تو سچ مچ اسے اس نوجوان سے ڈر لگنے لگا تھا وہ جھر جھری لے کر رہ گئی اگر وہ واقعی تھانے میں اس کے ہتھے چڑھ جاتی تو... ادھر عباس بھائی کے رویے سے الجھ گیا تھا وہ صناع کو روشانہ کے پاس لے آیا اب وہ چاروں کیرم کھیل رہے تھے مگر صناع کے دل سے شرمندگی کا احساس زائل نہیں ہو پا رہا تھا جاتے وقت وہ سب سے پہلے گاڑی میں بیٹھی تو عباس کے دل سے تاسف کی لہر اٹھی وہ بھائی سے سچ مچ ناراض ہو گیا۔

دو چار روز تو زیاد اس کے پھولے موڈ کو دیکھتا رہا پھر اس سے برداشت نہ ہوا تو وہ خفگی کا سبب پوچھ بیٹھا اور وہ پھٹ پڑا۔

"وہ ہماری مہمان تھی بلکہ میں نے اسے بہن بنایا ہے کیا ہوا اگر میں نے اسے آپ کے بیڈ روم میں بٹھا دیا آپ نے کتنا مس بی ہیو کیا وہ کیا سوچتی ہوگی ہم کتنے ال مینرڈ ہیں جو گھر آئے کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔" فرط جذبات سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ زیاد نے انتہائی حیرانگی سے اس کی جذباتی کیفیت کو دیکھا۔

"اچھا یار سوری آئندہ تم اپنی بہن کو بے شک میرے بیڈ روم میں جب تک دل چاہے بٹھانا۔" عباس زیاد کے اس فقرے پہ یکدم شانت سا ہو گیا اسے اپنے سر سے منوں بوجھ سرکتا محسوس ہوا۔

"بہت خوب گویا بھائی ہمیں پیارے تھے۔" عباس دل میں بولا اور مصلحت آمیز انداز میں مسکرا دیا۔

"عباس بھائی اٹھیں ورنہ میں پانی کا جگ آپ کے اوپر انڈیل دوں گا۔" وہ سچ مچ پانی اس کے سر پہ گرانے کو تیار کھڑا تھا۔ عباس لحاف پرے کر کے اٹھ بیٹھا۔

"ظالم انسان چھٹی کے دن تو سونے دیا کرو۔"

"دن کے گیارہ بج رہے ہیں دراصل صناع سے ملے بہت دن ہو گئے ہیں کیوں نہ آج ان کی طرف چلیں اگر آپ میرے پروگرام سے متفق ہیں تو فوراً اٹھیں ورنہ میں اکیلا ہی چلا جاؤں گا۔"

"تو نے اکیلا جا کے تو دکھا۔" اس نے زور سے کہا اور باہر جاتے فیضان کے گریبان کا کالر پکڑ لیا۔

"نہیں جاتا میں تو مذاق کر رہا تھا۔" اس نے گردن چھڑائی فائقہ کچن میں اپنے لاڈلے سپوتوں کے

کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔ نوکر زیاد کو اٹھانے گیا۔ آج بہت دنوں کے بعد وہ اتنی بھرپور نیند سویا تھا۔ کھانے کی ٹیبل پہ تینوں بھائی اکٹھے تھے۔

"سامیں اسماعیل بھائی سے ملنے جا رہا ہوں آج گھر پہ نہیں ہوں گے۔"

"میں بھی جاؤں گا صناع سے بہت دن ہوئے ملاقات نہیں ہوئی ہے۔" عباس کے ساتھ ساتھ فیضان بھی بولا۔ فائقہ ہنس پڑیں وہ اس بات سے آگاہ تھیں کہ دونوں بھائی صناع کو بہت پسند کرتے ہیں انہیں خود بھی صناع اچھی لگی تھی اپنی عمر کی لڑکیوں کے برعکس وہ کہیں زیادہ میچور اور سمجھدار تھی فطری بے ساختگی و سادگی اس کی شخصیت کا حصہ تھی انہیں دراصل یقین تھا اگر ان کی کوئی بیٹی ہوتی تو وہ بالکل صناع کی طرح ہوتی۔

"چلے جاؤ مجھے بھی وہ بچی اچھی لگتی ہے کسی روز فاطمہ سے اجازت لے کر ایک دو روز کے لیے یہاں لاؤ کہ تم دونوں بہن والے سارے لاڈ پورے کر لو۔" سماں کی اس بات پہ ان کا دل خوش ہو گیا۔

"آپ سب اس لڑکی کو زیادہ اہمیت نہیں دینے لگے ہیں۔" غیر محسوس انداز میں زیاد نے طنز کیا۔

"بڑے بھائی کیوں نہ اہمیت دیں آپ سے یہ تو نہ ہوا کہ ایک عدد بھابی ہی لا دیں سو ہم خود بہن ہی لے آئے مستقبل میں شاید۔" اس نے جان کر فقرا ادھورا چھوڑ دیا تو ایک نئی بحث چھڑ گئی۔ عباس نے خاموشی سے میدان چھوڑ دیا کیونکہ زیاد کی شادی سماں کا پسندیدہ موضوع تھا وہ اس پہ گھنٹوں بول سکتی تھیں۔

☼ ☼ ☼

حامد آج غیر متوقع طور پر فاطمہ کے گھر موجود تھا وہ سوچ رہی تھیں جانے اب کون سی مصیبت آنی رہ گئی ہے جو چھوٹا ملک ان کے گھر آیا ہے۔ وہ بڑے ادب سے ملا۔ وہ فرعونیت و تکبر جو اس کی شخصیت کا حصہ تھا آج کہیں نہیں تھا۔

"میں بہت شرمندہ ہوں اپنی حرکت پہ اگر آپ نے مجھے معاف نہ کیا تو میں اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالوں گا۔ مجھے امجد چاچا کے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بہت دکھ ہے مگر آپ یقین کریں ان کی موت بالکل اتفاق تھی اس میں کسی کا بھی قصور نہ تھا بابا تو اپنا ریوالور صاف کر رہے تھے کہ اچانک۔" حامد کی آواز مارے ندامت کے لرز رہی تھی پھر وہ اچانک ان کی گود میں سر رکھ کر رو پڑا۔ وہ ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھیں جیسے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ حامد امتحان دے کر کل ہی آیا تھا اور آج ان کے یہاں موجود تھا۔

"میں نے معاف کیا۔" فاطمہ کی بے تاثر آواز ابھری تو وہ سیدھا ہو گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔

"میں نے ارادہ کیا ہے ابا جی سے بات کر کے آپ کی زمین واپس دلوا دوں گا جو فضل خان اور اظہر چوہدری نے دبائی ہوئی ہے اس سلسلے میں جتنے بھی پیسے لگے ہم دیں گے۔ آپ واپسی کی فکر مت کریں مجھے افسوس ہے کہ پہلے کبھی اس بات کا خیال ہی نہیں آیا۔ یہ کچھ پیسے رکھ لیں کام آئیں گے آخر صناع شہر کے کالج میں پڑھتی ہے بہت خرچہ آتا ہو گا۔" فاطمہ کا دل اس کے آخری فقروں پہ کانپ گیا۔ وہ نوٹوں کی گڈی ان کی طرف بڑھائے ہوئے تھا۔

"نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں۔" وہ خود کو سنبھال کر بولیں۔

"چلیں آپ کی مرضی اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو مجھے ضرور بتائیں میں ڈیڑھ دو ماہ کے لیے گاؤں میں ہی ہوں کیونکہ کالج سے فارغ ہو گیا ہوں اب یونیورسٹی میں داخلہ لوں گا۔ ویسے صناع کے بھی امتحان ہو گئے ہوں گے۔" اس نے اپنا لہجہ تجسس سے عاری ہی رکھا تھا۔

"بیٹا مجھے کیا پتا امتحان کا۔" وہ نرم لہجے میں بولیں کیونکہ وقت کا تقاضا یہی تھا کہ وہ مصلحت سے کام لیں ورنہ یہ زہریلا سانپ طیش میں آ کر انہیں بھی کاٹ سکتا تھا۔ زمین کی بات پہ ان کا ذہن ماضی میں چلا گیا تھا صفدر نے انہیں بتایا تھا کہ ہماری بہت سی زمین ملکوں

نے فضل خان اور اظہر چوہدری کے ساتھ ساز باز کر کے قبضے میں کرلی ہے اور وہ انہیں چھڑا سکتے کیونکہ ان میں اتنی طاقت نہیں ہے وہ ان بااثر لوگوں سے ٹکر لے سکیں کیونکہ ان کے مقابلے پہ ان کی افرادی قوت صفر ہے وہ اپنے خاندان کا اکیلا وارث ہے اس بات کے کچھ عرصے بعد صفدر فوت ہو گئے تو فاطمہ نے زمین جائیداد کا تصور ہی ذہن سے نکل دیا۔ ان کا جب صفدر سے رشتہ طے ہوا تھا تو سہیلیاں صفدر کا نام لے کر انہیں چھیڑتی تھیں کہ "فاطمہ تم کتنی خوش قسمت ہو جسے زمینوں باغوں کا مالک بیاہ کرلے جا رہا ہے آگے پیچھے نوکر ہیں۔" مگر وہ باغات اب اوروں کے قبضے میں تھے نوکرانیوں کے قصے خواب بن گئے تھے۔ پر پھر بھی فاطمہ شکوہ زبان پہ نہ لائیں اور نہ حالات کا رونا رویا بلکہ صبر و شکر سے وقت کاٹا اور کاٹ رہی تھیں۔ ابھی ابھی ملک حامد جو کچھ کہہ کر گیا تھا اس نے انہیں نادیدہ خطرے کا احساس دلانا شروع کر دیا۔ وہ مناع کی طرف سے فکر مند ہو گئیں۔ ملک حامد کی نوازشات بے معنی نہیں تھیں نہ امجد کی موت حادثاتی تھی جس پہ اتنے عرصے بعد وہ ندامت کا اظہار کر رہا تھا۔ انہیں حامد کی معافی سب ڈرامہ لگ رہی تھی کیونکہ ملک خاندان سے وہ اچھی طرح واقف تھیں بغیر مطلب کے وہ کسی پہ ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کرتے تھے۔

☼ ☼ ☼

مناع خوشی خوشی گاؤں جانے کی تیاری کر رہی تھی اماں سے ملنے کا تصور ہی بڑا فرحت انگیز تھا۔ اس کے انگ انگ میں خوشی و سرمستی گردش کرنے لگی تھی۔ اس نے بڑے اہتمام سے کریم کلر کا سوٹ استری کر کے رکھا تھا جو کل پہن کر اسے گاؤں جانا تھا۔ رات وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی جب ابراہیم خالو اس کے کمرے میں آئے۔

"کیا ہو رہا ہے مناع بیٹی۔" وہ خوشدلی سے بولے۔

"ابھی کچھ بھی تو نہیں۔"

"دراصل بیٹا میں تمہیں بتانے آیا ہوں کہ گاؤں جانے کا ارادہ موخر کر دو فاطمہ بہن کا فون آیا تھا کہ تمہیں منع کر دوں۔ چند روز میں وہ خود تم سے ملنے آنے والی ہیں۔"

"خالو کوئی اور بات تو نہیں ہے۔"

"ارے نہیں بیٹا کچھ نہیں ہے۔" وہ اس کے اضطراب پہ اسے تسلی دیتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد مناع اپنی سوچوں میں گم ہو گئی۔ اماں سے ملنے وہ ایک بار ہی گئی تھی اب تو سالانہ امتحان بھی ہو چکے تھے۔ پھر نہ جانے کیوں انہوں نے اسے آنے سے منع کر دیا تھا "چلو وہ خود آرہی ہیں تو حالات کا پتہ چل جائے گا۔" اس نے خود کو تسلی دی۔

☼ ☼ ☼

"مجھے لگتا ہے یہ بڑھیا ٹیڑھی کھیر ثابت ہونے کی کوشش کرے گی مگر اس کا حل بھی میں نے سوچ لیا ہے آخری ملک حامد ہوں ملک منصور کا بیٹا" حامد کے پتلے پتلے سفاک ہونٹوں پہ عیارانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی وہ موبائل فون پہ رستم سے بات کر رہا تھا۔

"اگر لڑکی نے تمہارے لیے مسئلہ کھڑا کیا تو۔"

"میں نے بھی بڑا پکا کام کیا ہے۔ ویڈیو ہاؤس والا ایک دوست کا یار نکلا ہے اسے کمپیوٹر ٹیکنالوجی کے بارے میں بھی بڑی شد بد ہے۔ تمہاری کسی تقریبات کی ویڈیو تو ہو گی ناں تم وہ مجھے پہنچا دینا آگے کام میرا ہے وہ خود جو کچھ کرے گا اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا۔ پھر تمہاری مناع۔" رستم نے ایک مکروہ سا قہقہہ لگایا۔ اس نے اس کام میں پوری طرح اس کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ حامد کو بھلا اور کیا چاہیے تھا ویسے بھی وہ مل بانٹ کر کھانے کے عادی تھے۔

☼ ☼ ☼

"اماں" اسے اپنی آنکھوں پہ یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ واقعی اماں ہیں۔ وہ بھاگ کر ان سے جا لپٹی وہ کتنی دیر اسے خود سے چمٹائے اس کے ہونے کا یقین کرتی رہیں۔ ملنے ملانے کے مراحل سے گزر کے

بعد روشانہ اماں کی لائی سوغات پہ ٹوٹ پڑی جن میں مونگ پھلی تل والے لڈو، سوجی کی مٹھائی اور آٹے کی کھجوریں شامل تھیں دیسی گھی کا بڑا سا ڈبہ اور پنجیری اس کے علاوہ تھی۔ فاخرہ اس کے ندیدے پن پہ خفا ہو گئیں۔ شہلا بھابھی میکے گئی ہوئی تھیں ان کی طبیعت گزشتہ کچھ دنوں سے گری گری رہنے لگی تھی ادھر اریشہ کے ساتھ بھی یہی مسئلہ تھا۔ فاخرہ نے فوراً فاطمہ کو یہ خوشخبری سنائی تھی۔

کھانے پہ آج کافی اہتمام تھا۔ فاطمہ کو بصد اصرار ایک ایک چیز پیش کی گئی۔ رات بند کمرے میں فاطمہ، ابراہیم، فاخرہ اور اسماعیل کے درمیان دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ فاطمہ نے پہلی بار حامد سے ہونے والی ایک ایک بات انہیں بتائی ساتھ اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

"ابراہیم بھائی اور فاخرہ بہن میں چاہتی ہوں آپ مناع کے لیے اچھا سا رشتہ تلاش کریں تاکہ میری فکر کم ہو میری زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے آئے روز بیمار رہتی ہوں گاؤں میں اپنا کوئی رشتہ دار بھی نہیں ہے میری سب امیدیں آپ سے وابستہ ہیں۔"

"اگر اسماعیل کا رشتہ شہلا کے ساتھ طے نہ ہو چکا ہوتا تو میں مناع کو بہو بنانے پہ فخر محسوس کرتی میرا کوئی اور بیٹا بھی نہیں ہے۔ مگر تم فکر مت کرو مناع کا جوڑ اللہ نے اچھا ہی اتارا ہو گا۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ بیٹیاں والدین کے جیتے جی اپنے اپنے گھروں کی ہو جائیں تو اچھا ہے۔ بحیثیت ایک ماں کے میں تمہاری فکر محسوس کر سکتی ہوں۔ مناع کے لیے اچھا سا رشتہ ڈھونڈوں گی" فاخرہ نے تسلی دی تو وہ کافی پرسکون ہو گئیں۔

"فاطمہ بہن اگر تم راضی ہو تو میں تمہاری زمین والا تنازعہ حل کروا دوں۔" انہوں نے ابراہیم کے کہنے پہ انکار کر دیا کیونکہ ان کی خودداری کو گوارا نہ تھا کہ ان پہ بے جا بوجھ ڈالا جائے۔

"ابراہیم بھائی اگر میری قسمت میں ہوا تو مناع کو اس کا حق مل جائے گا اگر ہمارے مقدر میں یہ چیز لکھ دی گئی ہے تو دوسرا نہیں چھین سکتا۔" انہوں نے بات ختم کر دی۔ چار روز پر لگا کر اڑ گئے فاطمہ نے واپسی کا قصد کر لیا۔ جانے سے پہلے انہوں نے مناع کو سختی سے گاؤں آنے سے منع کیا تھا جانے اس میں کیا راز تھا جو وہ اسے گاؤں آنے سے منع کر گئی تھیں۔ حسب عادت وہ اس نئی سوچ سے الجھنے لگی تھی۔

حامد نے اپنے کچھ وفاداروں کو مناع کی تلاش کے کام پہ لگا دیا۔ وہ خود بھی یہ کام کر سکتا تھا مگر مناع کی نظروں میں آنے کی صورت میں اس کے ہوشیار ہونے کا خطرہ تھا وہ فاطمہ سے بھی یہ بات معلوم کر سکتا تھا مگر یہ خطرہ آڑے آجاتا کہ وہ چونک جاتیں پھر اس کی تمام محنت پہ پانی پھر جاتا وہ ہاتھ پاؤں بچا کر کام کرنا چاہتا تھا۔ وہ ماں بیٹی اس کے نزدیک چیونٹی سے بھی کمزور تھیں دس بارہ دن کے بعد مطلوبہ معلومات اس کے سامنے تھیں۔ اس کے علم میں جو کچھ آیا تھا کچھ اس طرح تھا کہ مناع اپنے رشتے کے خالو ابراہیم احمد کے گھر مقیم تھی جو ایک سرکاری فرم میں اعلیٰ عہدے پہ فائز تھے اس کے ساتھ وہ ایک شوروم بھی چلا رہے تھے۔ مناع ڈرائیور کے ساتھ کالج آتی جاتی تھی اس کے علاوہ وہ گھر سے تنہا نہیں نکلتی تھی ہمیشہ اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہوتا۔ اے ایس پی زیاد علی کے گھر والوں کے ساتھ اس کا رویہ محبت آمیز تھا اور یہی بات حامد کو خطرے کے احساس میں ڈال رہی تھی۔ اس کے خیال میں ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا۔

☼ ☼ ☼

"ممّا آئی تھنک بھائی مناع میں انٹرسٹڈ ہیں مگر کسی وجہ سے اس کا اظہار نہیں کر پا رہے ہیں۔" عباس نے ایک ایک کر کے وہ تمام بے ضرر واقعات بیان کر دیے جو اس کے خیال میں مناع اور زیاد کی محبت کا اظہار و گواہ تھے۔ کچھ دیر فائقہ سوچ و بچار میں ڈوبی رہیں پھر ان کے چہرے پہ مسرت کے سب رنگ بکھر گئے۔

"اچھی بات ہے میں آج ہی تمہارے پپا سے بات

کرتی ہوں مجھے زیاد کی شادی کا بڑا ارمان ہے۔ وہ نوکری پہ اور تم لوگ اپنے اپنے کالج و یونیورسٹی چلے جاتے ہو پیچھے میں اکیلی رہ جاتی ہوں۔ تمہیں کیا پتہ تنہائی کا عذاب کتنا برا ہوتا ہے میری بہو اس گھر میں آئے گی تو میری تنہائی بانٹ لے گی۔"

وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھیں ایک الوہی جذبے نے ان کے چہرے کا احاطہ کیا ہوا تھا۔

ممتا کے تمام رنگ اس سے ان کے وجود میں رچے دکھائی دے رہے تھے۔ اب عباس کو نتائج کا انتظار تھا۔ بابر اور فائقہ نے زیاد کو سرپرائز دینے کے چکر میں کچھ اور ہی سوچ ڈالا بالا ہی بالا فاخرہ اور ابراہیم سے بات کر لی۔ مگر انہیں یہ بات ہضم نہیں ہو رہی تھی کہ زیاد صناع میں دلچسپی لے رہا ہے کیونکہ اس کی موجودگی میں وہ یہاں تین چار بار ہی آیا تھا انہیں بالکل بھی نہیں لگا کہ وہ صناع کو پسند کرتا ہے۔ نہ صناع کے کسی عمل سے یہ بات ثابت ہوئی تھی۔ کچھ بھی تھا وہ فاطمہ کے سامنے سرخرو ہونے کے تصور سے ہی سرشار ہو گئے۔

فاخرہ کو اندر سے دکھ سا ہوا کیونکہ وہ زیاد کو بارہا روشانہ کے دولہا کے روپ میں دیکھ چکی تھیں۔ مگر بعد میں اپنی اس حاسدانہ سوچ پہ خود ہی شرمسار ہو گئیں جب اوپر والے نے روشانہ کو پیدا کیا ہے تو اس کا جوڑ بھی اتارا ہو گا۔ صناع کا اس دنیا میں ماں کے اور ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے اگر اسے اچھا بر مل گیا ہے تو یہ ان کی بھی خوش بختی ہے۔ انہوں نے رسمی طور پہ فائقہ اور بابر سے کہا وہ فاطمہ سے بات کریں گے۔ فائقہ اسی وقت فاطمہ کے پاس چلنے کو تیار تھیں مگر بات کل پہ ٹل گئی۔ چنانچہ دوسرے روز وہ ان کے ہاں روانہ ہو گئے۔

پرانے وقتوں کی اس شاندار سی حویلی کو دیکھ کر وہ دونوں میاں بیوی متاثر ہوئے اس سارے پس منظر میں فاطمہ کی ذات انوکھی کشش اور مقناطیسیت کی حامل لگ رہی تھی جس کی طرف وہ بے اختیار کھنچے چلے گئے۔ فاخرہ نے ان کی آمد کا سبب بتایا تو سب سے پہلے فاطمہ نے شکرانے کے نوافل ادا کیے انہوں نے صاف دل سے بابر اور فائقہ کو اپنے بارے میں بتایا تو وہ ازحد متاثر ہوئے انہیں یہ جان کر حیرت ہوئی کہ فاطمہ کی بہت سی جائیداد بااثر لوگوں کے قبضے میں ہے پر فاطمہ نے آج تک اس کے لیے کوئی کارروائی نہیں کی۔ فائقہ کے دل کو ڈھارس سی ہوئی کہ فاطمہ کا بیک گراؤنڈ بہت مضبوط ہے۔

باہم مشورے پہ فاخرہ اور ابراہیم سمیت فاطمہ نے بھی حامد کی خباثتوں کا بابر اور فائقہ سے ذکر نہ کیا۔ اللہ بھی تو پردہ پوش ہے پھر انہیں کیا ضرورت تھی اس بات کو اچھالنے کی انہیں یقین تھا اس رشتے کے بعد حامد صناع کا نام تک بھول جائے گا۔



امی اپنے تئیں اسے یہ خوش خبری سنا کر جا چکی تھیں۔ روشانہ چکراتے سر کو تھام کر وہیں بیٹھ گئی۔ یہ کیا ہو گیا تھا امی کیا کہہ رہی تھیں ایسا کیسے ہو گیا تھا۔

"مما پلیز بھلا زیاد اور صناع۔۔۔ نہیں نہیں میرے کانوں نے سننے میں غلطی کی ہے بھلا کہاں زیاد اور کہاں صناع۔ اور میں نے جو خواب دیکھے تھے۔ زیاد کو پانے کے اس کی ہمراہی میں میں نے تصورات کی کتنی منزلیں طے کر لی تھیں پھر یہ کیوں ہو گیا۔ صناع کو میں کتنی معصوم سمجھتی تھی اور وہ کیا نکلی۔ میرے حق پہ ڈاکہ ڈالنے والی غاصب 'ڈائن' مجھے شروع سے ہی سمجھ لینا چاہیے تھا کہ عباس کا اسے خصوصی توجہ دینا اسے گھر کی ایک ایک چیز دکھانا بتانا 'اہم موقعوں پہ اسے بلانا یہ سب بے سبب نہ تھا میں صناع کو چھوڑوں گی نہیں۔" منفی خیالات پوری طرح اسے اپنے قبضے میں لے چکے تھے صناع سے اسے بہت نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ تکیے میں منہ چھپائے سسک سسک کر رو رہی تھی۔

"آپی اٹھیں ناں اتنا وقت ہو گیا ہے مغرب کی اذان بھی ہو چکی ہے۔" صناع ٹیوب لائٹ جلا کر اوندھی پڑی روشانہ کی طرف آئی اور پیار سے اس کا شانہ ہلایا پر وہ بڑی تیزی سے اس کا ہاتھ جھٹکتی اٹھ بیٹھی۔ اف اس کی آنکھیں اتنی سرخ ہو رہی تھیں صناع کو خوف

آنے لگا۔

"پلیز اس وقت چلی جاؤ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔" روشانہ نے اپنی رکھائی چھپانے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ اس کے لہجے میں بے پناہ اجنبیت اور بیگانگی تھی۔ صناع ہکابکا اسے تکتی رہ گئی۔

"پتہ نہیں آپی کو کیا ہو گیا ہے جو وہ اس طرح کر رہی ہیں پہلے تو کبھی میں نے انہیں روتے ہوئے نہیں دیکھا ہر وقت ہنستی ہنسانی رہتی تھیں اور مجھ سے کتنے پیار سے پیش آتی تھیں آج انہوں نے کس طرح بات کی ہے میرا دل کرچی کرچی ہو گیا ہے۔" صناع کی آنکھیں بھی برس پڑیں۔



"مما آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ حیرت و بے یقینی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"میں وہی کہہ رہی ہوں جو تمہارے دل کی آواز ہے ہم نے تمہارے دل کی بات جان لی تم اس پہ خوش نہیں ہو آخر تمہاری مرضی بھی تو یہی ہے۔" وہ کمال اطمینان سے بولیں تو زیاد کا دل چاہا اپنے سر کے بال نوچ لے سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد ہونے لگا کہ انہیں یہ غلط فہمی کیونکر ہوئی ہے نہ وہ صناع کو پسند کرتا ہے نہ محبت اس نے تو کبھی غور سے صناع کو دیکھا بھی نہ تھا کجا کہ یہ محبت۔ سوچتے سوچتے اسے وجہ معلوم ہو ہی گئی یقیناً "یہ سب کیا دھرا عباس کا تھا اسے ہی اس کی شادی کا بڑا ارمان تھا وہ بہانے بہانے سے صناع کی تعریف کرتا تھا۔ ان تمام باتوں سے قطع نظر اسے مما پپا سے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی وہ اس کے بارے میں کیا سوچتے ہوں گے اس نے ایک لڑکی سے شادی کا وعدہ کیا اس کے ساتھ باہر ملتا رہا کیا وہ کوئی اسٹریٹ لور تھا کالج بوائے تھا جو ایسی گری ہوئی حرکت کرتا۔ اس کی انا بری طرح مجروح ہوئی تھی۔

"پھر بیٹے تمہارا کیا جواب ہے میں صناع کی اماں سے بات کر آئی ہوں۔" اسے بہت دیر سے خاموش دیکھ کر فائقہ نے سوال کیا تو وہ دکھ و تاسف سے انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

"جب آپ نے سب کچھ طے کر لیا ہے تو میرا جواب معلوم کرنے کا فائدہ۔" وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا تو فائقہ حیران رہ گئیں نہ جانے اس نے یہ کیوں کہا تھا اور اتنا افسردہ ہو کر کیوں گیا تھا۔ وہ سر جھٹک کر رہ گئیں۔

زیاد سیدھا عباس کے پاس آیا تھا جو ریموٹ کنٹرول ہاتھ میں پکڑے ٹی وی کے چینل بدل رہا تھا۔

"اسے فوراً بند کرو مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" زیاد کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا سو عباس کو کسی شوخی کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے چپ چاپ اس کے حکم پہ عمل کیا۔

"جی بھائی فرمایئے۔"

"تم نے مجھے مما پپا کی نگاہوں میں گرا دیا ہے تم نے جھوٹ کیوں بولا کہ میں صناع میں انٹرسٹڈ ہوں اس سے محبت کرتا ہوں اس سے عشق کی پینگیں بڑھا رہا ہوں۔" زیاد نے عباس کا گریبان پکڑ لیا اور اسے زور سے جھٹکا دیا "میں ساری زندگی تمہاری اس غلطی کو معاف نہیں کروں گا آئندہ کے لیے بھول جانا کہ تمہارا کوئی بڑا بھائی بھی تھا۔" وہ اسے چھوڑ کر غصے سے باہر چلا گیا۔ عباس پھٹی پھٹی آنکھوں سے ابھی تک دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا اسے شاک سا لگا تھا بھائی کا رویہ کتنا درشت اور اجنبی سا تھا اسے رونا آنے لگا وہ یوں فریب نظر کا شکار ہوا تھا اتنی بڑی غلطی کیونکر اس سے ہو گئی تھی کہ وہ زیاد کا مجرم ٹھہرا تھا۔ گھر والوں کو ابھی تک ان کے درمیان کشیدگی کا پتہ نہیں چلا تھا۔ فائقہ نے زیاد کی خاموشی کو اس کی رضامندی تصور کیا تھا۔

صناع کی منگنی کا ہنگامہ کچھ دیر قبل ختم ہوا تھا۔ گھر کا تمام سامان بکھرا ہوا تھا ہر چیز بے ٹھکانہ تھی اس نے مدد کروانے کی کوشش کی مگر شہلا بھابھی اسے زبردستی کمرے میں بٹھا گئیں اسے کپڑے بھی نہیں بدلنے دیے کہ تمہاری اچھی اچھی تصویریں بنائیں گے۔ فاطمہ اور فاخرہ دوسرے کمرے میں تھیں۔ فاخرہ

انھیں صناع کی سسرال کے بارے میں بتا رہی تھیں۔ ان کے چہرے پہ پھیلا ہوا اطمینان ان کی دلی مسرت کا غماز تھا۔ انھیں ہرگز امید نہ تھی کہ صناع کا رشتہ اتنی اچھی جگہ طے ہو جائے گا۔

صناع کے لیے یہ منگنی انتہائی غیر متوقع تھی اسے چند گھنٹے قبل اس بات کا علم ہوا تھا کہ اس کی منگنی ہو رہی ہے۔ اس کا وہی حال ہوا جو حیرت کی زیادتی کے سبب ہوتا ہے۔ اس نے خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑ دیا تھا وہ فاطمہ کا خوشی سے چمکتا چہرا تاریک نہ کرنا چاہتی تھی عباس ابھی اس کے پاس آیا تھا اس نے منگنی کی تیاریوں میں مصنوعی جوش و خروش سے حصہ لیا تھا ورنہ اس کا دل اندر سے بجھا ہوا تھا اس کے دل کی مراد اتنی آسانی سے پوری ہو گئی تھی مگر وہ اندر سے بجھ چکا تھا۔ کیمرے میں کچھ تصویریں باقی تھیں وہ یونہی اس کی تصویریں بنانے لگا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ صناع بہت خاموش ہے یہ خاموشی حیا کی وجہ سے نہیں تھی اسے بھی پتہ چل گیا کہ زیاد کی طرح وہ بھی بے خبری میں ماری گئی ہے۔ تصویریں بنانے کے بعد وہ باہر چلا آیا۔ اریشہ اور اقصیٰ کچن میں تھیں روشانہ کہیں بھی نظر نہ آ رہی تھی۔ وہ وہیں سے گھر کے لیے نکل آیا۔

آج اس کا دل ہمیشہ سے زیادہ اداس و ملول تھا کتنی دیر وہ بے مقصد گاڑی دوڑاتا رہا۔

روشانہ نے صناع سے بات چیت مکمل طور پر بند کی ہوئی تھی اگر صناع سے اس کا سامنا ہو بھی جاتا تو وہ قہر آلود نفرت بھری نگاہ ڈال کر ہٹ جاتی یا اسے گھورتی رہتی۔ ادھر صناع بیچاری زبردست الجھن میں تھی کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے روشانہ اس طرح کیوں کر رہی ہے۔

٭ ٭ ٭

فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی گھر میں صرف صناع یا روشانہ تھی جب دوبارہ بیل ہوئی تو صناع نے ریسیور اٹھا لیا۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام۔"

"جی آپ کون۔" اس نے بالکل بھی نہیں پہچانا اس لیے سوال کیا۔

"جی آپ کا غلام خاص ملک حامد اور کون" بڑے خاکسارانہ مگر خباثت بھرے لہجے میں عرض کیا گیا تو وہ کانپ گئی۔ یہ اس کی بزدلی کی انتہا تھی۔

"ٹک ٹک... کیوں فون کیا ہے۔" اس نے ناکام سخت لہجے میں سمونے کی کوشش کی۔ دوسری طرف ایئر پیس سے حامد کے ہنسنے کی آواز آنے لگی۔

"اچھا سوال ہے تمہاری کچھ چیزیں ہیں میرے پاس دیکھو گی تو حیران رہ جاؤ گی۔"

"میری چیزیں آپ کے پاس۔"

"ہاں تمہاری چیزیں تمہاری بڑی پیاری تصویریں ہیں میرے پاس اس کے علاوہ ویڈیو کیسٹ میں بھی تم بڑے انوکھے ہوشربا انداز میں ہو۔" حامد ہنسنے لگا۔ تو صناع ڈر گئی جانے وہ کون سی تصویروں کی بات کر رہا تھا۔

"مگر میں نے تو کبھی تصویریں نہیں بنوائیں صرف منگنی پہ میری تصویریں بنی تھیں۔"

"بہت بھولی ہو اسی معصومیت پہ تو میں مرمٹا ہوں یہ سائنسی دور ہے صناع صاحبہ ناممکن کو ممکن کر دکھانے والا بہرحال یہ نمبر نوٹ کر لو اگر مجھ سے ملنا ہو تو فون کر کے بتا دینا ورنہ مجبوراً" مجھے تمہاری وہ نایاب تصویریں تمہاری ہونے والی سسرال پہنچانی پڑیں گی۔" پھر وہ نمبر بولنے لگا صناع سے خاک نمبر نوٹ ہوتا تھا اس کے ہاتھ سے تو ریسیور بھی گر گیا وہ وہیں ڈھے سی گئی۔ اسے بالکل پتہ نہ تھا کہ آئندہ پردہ غیب سے کیا سامنے آنے والا تھا۔ دوسری طرف موجود روشانہ نے نمبر نوٹ کر لیا اس نے بھی اتفاقاً" ریسیور اٹھا لیا تھا اور اب ان کی گفتگو کا ایک ایک لفظ سن چکی تھی۔ حامد نے ریسیور رکھا تو اس نے بھی رکھ دیا۔ اس کے ہونٹوں پہ ایک پراسرار مسکراہٹ رقصاں تھی وہ اپنی کامیابی کے احساس سے ہی مسرور ہو رہی تھی ناکامی و نارسائی کا احساس کہیں دور جا سویا تھا اتنے دن سے وہ

جس آگ میں جل رہی تھی اب سرد ہوتی لگ رہی تھی۔



"نصیب دشمناں طبیعت تو ناساز نہیں ہے میں تو ایسے ہی چلا آیا کہ کافی روز سے صناع کی شکل نہیں دیکھی اسی بہانے ملاقات ہو جائے گی مگر تم تو کافی کمزور اور شکل سے بیمار لگ رہی ہو۔" عباس بڑے روز بعد اپنے مخصوص انداز میں نظر آ رہا تھا یہ جانے بغیر کہ صناع کے دل پہ کیا گزر رہی ہے وہ ایک دم سے رونا شروع ہو گئی۔ عباس مبہم سے انداز میں اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"اچھا چپ ہو جاؤ کیا کسی نے کچھ کہہ دیا ہے اچھا چلو تو ہمارے گھر چلتے ہیں کچھ دنوں کے لیے۔ سب تمہیں مس کر رہے ہیں میں آنٹی سے اجازت لے کر آتا ہوں۔" اس کی سنے بغیر وہ باہر نکلا تو روشانہ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔

"اخاہ کیا فلمی سین ہے تم بھی ادھر ہی ہو میں دراصل صناع کو لینے آیا ہوں ممانے کہا ہے میں ذرا آنٹی سے اجازت لے آؤں پھر تم سے دو دو ہاتھ کرتا ہوں غضب خدا کا میں اتنے روز بیمار رہا تمہیں اتنی توفیق ہی نہیں ہوئی کہ مجھے فون کر کے پوچھ ہی لیتیں ارے عباس کیسے ہو تمہاری طبیعت کا کیا حال ہے زندہ ہو یا مر گئے ہو۔" وہ زنانہ آواز بنا کر لڑکا عورتوں والے انداز میں ہاتھ نچا کر بولا تو روشانہ ہنس پڑی۔ کچھ دیر کے لیے وہ سب کچھ فراموش کر گئی۔ عباس کی کمپنی کی یہی تو بات تھی انسان فریش ہو جاتا تھا۔ وہ شرمندہ شرمندہ سی تاویلیں پیش کرنے لگی تو وہ اسے وہیں کھڑا چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ اس کی ساری رگیں وائلن کے تاروں کی طرح تن سی گئیں رقابت کا زہر اس کے لہو میں جیسے سرایت کرنے لگا۔ عباس کو صناع کو ساتھ لے جانے کی اجازت مل چکی تھی۔ عباس کے کہنے پہ صناع نے کپڑوں کے دو جوڑے رکھ لیے تھے وہ خود اس وقت کسی ہمدرد کی کسی دوست کی ضرورت محسوس کر رہی تھی پھر روشانہ کی نفرت سے بھی بچنے کے لیے اسے فرار چاہیے تھا۔ وہ عباس کے ہمراہ باہر نکل گئی۔



ان سب کے لیے صناع کی آمد سرپرائز سے کم نہ تھی فائقہ نے بڑے پیار سے اس کی پیشانی چومی فیضان تو خوشی سے بے قابو سا ہو گیا۔ اب فائقہ کچن میں مصروف تھیں اور وہ دونوں حسب معمول اس کا دماغ کھا رہے تھے کچھ دیر بعد زیاد بھی آ گیا۔ منگنی کے بعد اس نے پہلی بار صناع کو دیکھا۔ یہ دیکھنا ذرا دوسری قسم کا تھا اس لیے احساس و نگاہ کا بدلنا لازمی امر تھا۔ ملکیت کا احساس خود بہ خود اس کے ہر انداز میں در آیا گزشتہ تمام باتوں کو بھلا کر اس نے صناع کے بارے میں سوچا تو وہ اسے اچھی ہی لگی۔

"کہیں نہ کہیں تو میری منگنی ہونی ہی تھی پھر صناع سے ہی سہی۔" اس سوچ نے اس کے ذہن و دل کو پرسکون کر دیا۔ صناع اس کی نگاہوں کی تپش سے گھبرا گئی تھی۔ زیاد کو بے اختیار صناع سے اپنی پہلی ملاقات یاد آ گئی۔

"نہ جانے یہ لڑکی اتنی گھبراتی کیوں ہے۔" اس نے سوچا۔ خوشگوار ماحول میں رات کا کھانا کھایا گیا۔ کھانے کے بعد صناع نے سب کو چائے خود سرو کی۔ انکل آنٹی اس کے بعد سونے کے لیے اٹھ گئے۔ زیاد فون کرنے لگا فیضان اٹھ گیا اور عباس کو بھی ضروری کام یاد آ گیا۔ یہ سب اتنے غیر محسوس انداز میں ہوا کہ صناع کو پتہ ہی نہ چل سکا کیونکہ وہ بڑے انہماک سے ٹی وی پہ نشر ہونے والا ایک انتہائی مشہور و مقبول پرانا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ جس میں واقعات پل پل رنگ بدل رہے تھے زیاد جو کسی فون کر کے مڑا فون کی بیل پھر بجنے لگی اس نے ایک دو ثانیے رک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"او مائی گاڈ۔" اس کے منہ سے پہلا جملہ یہی برآمد ہوا جس میں بے پناہ تاسف تھا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ صناع سے کیسے بات کرے۔ وہ اتنا ذہین و باصلاحیت تھا کہ پورے پولیس محکمے کو اس پہ فخر تھا مگر

اس وقت وہ خود کو بے پناہ لاچار محسوس کر رہا تھا بات ہی ایسی تھی وہ دوسری طرف سے ابراہیم انکل نے اسے بتایا تھا صناع کی والدہ کو کسی نے قتل کر دیا ہے۔ انہوں نے زیاد سے کہا کہ وہ کسی طرح سہی صناع کو معاملے کی سنگینی سے لاعلم رکھے نہ جانے وہ کیسے اتنا بڑا صدمہ سہار پائے گی۔ زیاد نے پہلے بابر صاحب کو جگا کر اس صورت حال سے آگاہ کیا اور دوبارہ صناع کے پاس آیا جو اسی طرح ڈرامے میں مگن تھی جس طرح وہ چھوڑ کر گیا تھا۔ اسے صناع پہ بہت ترس آیا۔ اس لمحے وہ اسے اپنے دل سے بہت قریب محسوس ہوئی۔

"صناع۔" اس کا لہجہ اتنا نرم و دھیما اور دلکش تھا کہ اسے اپنی سماعتوں پہ شبہ سا ہوا واقعی زیاد نے ہی اس کا نام لیا تھا۔

"صناع۔" دوبارہ اسے پکارا گیا تو وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"جی۔ جی کیا بات ہے۔" وہ بری طرح گھبرا گئی تو زیاد کو ہمدردی کا احساس دوچند ہو گیا وہ اٹھا اور اس کے کندھوں پہ دونوں ہاتھ رکھے وہ بدک سی گئی بدگمانی و بے اعتباری کی تحریر کوئی اناڑی بھی صناع کے چہرے سے اس وقت پڑھ سکتا تھا وہ تو پھر زیاد تھا اس نے فوراً ہاتھ اٹھا کر اپنے سینے پہ باندھ لیے "صناع آپ کی اماں کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے۔"

"کک۔ کیا۔" صناع ہکلا گئی لمحوں میں اس کی آنکھیں جل تھل ہو گئیں پھر اسے اپنی چیخوں پہ کوئی اختیار نہ رہا عباس اور فائقہ سب سے پہلے صناع کے پاس آئے اس کی ہمت جواب دے گئی تھی۔ فائقہ اسے زبردستی بمشکل تمام گاڑی تک لائیں۔ زیاد نے تمام دروازوں کو لاک کیا اور چوکیدار کو ہدایات دیتا خود بھی گاڑی میں آ بیٹھا۔

پونے تین بجے کے قریب وہ گاؤں پہنچے۔ دروازے سے آگے وسیع برآمدے میں بہت سے مرد و عورتیں جمع تھیں۔ صناع کو صورت حال جاننے میں سیکنڈ بھر کی بھی دیر نہ لگی وہ ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتی فائقہ کی بانہوں میں لڑھک گئی۔ اسے چند ثانیے کے لیے ہوش آتا تو اس صدمے کا احساس ہوتے ہی وہ پھر بے ہوش ہو جاتی۔ فاطمہ کی موت کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہو رہی تھیں گاؤں والوں کے مطابق کوئی چور فاطمہ کے گھر چوری کرنے کے لیے گھسا پر اس کی طرف سے مزاحمت پر چور نے گلا گھونٹ کر اسے مار دیا بس اتنی سی کہانی تھی۔ مگر زیاد کی زیرک نگاہوں نے پل بھر میں بھانپ لیا اس کے پیچھے کوئی اور ہی راز ہے کیونکہ فاطمہ کے کمزور جسم میں مزاحمت کی رمق تک نہ تھی۔ پھر کچھ اور چیزیں بھی تھیں جو اس کے ذہن میں شک ڈال رہی تھیں مگر اس نے اظہار نہیں کیا۔ صبح نو بجے فاطمہ کا جنازہ اٹھا تو کہرام برپا ہو گیا خود زیاد جیسے شخص کو بھی فاطمہ کے قتل کا بہت افسوس تھا صناع بے جان سے انداز میں فاخرہ کی گود میں سر رکھے لیٹی ہوئی تھی رو رو کر اس کے آنسو ختم ہو چکے تھے اور گلا بیٹھا ہوا تھا اب گھر میں چند افراد ہی تھے یہ بھی فاطمہ کے پڑوسی تھے۔ تھوڑی دیر بعد سب چلے گئے۔ اب صرف فاخرہ، فائقہ، ابراہیم اور عباس ہی تھے۔ فیضان، زیاد، روشانہ، بابر وغیرہ چلے گئے تھے ان سب کا ارادہ کل پھر آنے کا تھا اگرچہ آنے جانے میں ہی دس گھنٹے صرف ہو جاتے تھے مگر اس کڑے وقت میں ان کے سوا صناع کا تھا ہی کون۔ وہ سب دل کی گہرائیوں سے اس کا دکھ محسوس کر رہے تھے اور دکھی بھی تھے۔ واپسی میں روشانہ زیاد کی گاڑی میں بیٹھی وہ خود ڈرائیونگ کر رہا تھا اور بہت منتشر لگ رہا تھا۔

اگلے آنے والے چار دن فاخرہ، ابراہیم اور فائقہ سمیت صناع کے گھر ہی رہیں۔ فائقہ نے روشانہ سے کہا تھا کہ وہ ان کی طرف بھی چکر لگا لیا کرے جانے بوا نصیبن نے گھر کا کیا حشر کیا ہو۔ اسی سوچ کے زیر اثر انہوں نے روشانہ کو گھر کا خیال رکھنے کو کہا تھا۔ اس نے بخوبی یہ ذمہ داری نبھائی بلکہ اس رات تو وہ ان کی طرف ہی رک گئی کیونکہ ارشیہ بھی میکے آئی ہوئی تھی اب شہلا بھابھی اکیلی نہ تھیں اس لیے وہ بے فکر سی تھی۔ اس نے نوٹ کیا کہ عباس صناع کے ساتھ

ہونے والے واقعے کی وجہ سے بہت چپ چپ ہے۔ کھانے کے بعد وہ مزاحیہ لطیفے سنانے لگی جو اسے پڑھائی کے دوران پیش آئے۔ پر عباس اداس ہی رہا۔ پھر وہی جلن روشانہ کے وجود کا گھیراؤ کرنے لگی وہ سر جھٹک کر زیاد کی طرف متوجہ ہوئی جو چائے کا مگ تھامے ہلکے ہلکے چسکیاں لے رہا تھا اس نے کھانے کا لقمہ تک نہ توڑا تھا۔ گھریلو آرام دہ شلوار سوٹ میں ملبوس قمیص کی آستین موڑے وہ بے پناہ جاذب نظر لگ رہا تھا پھر عباس جمائیاں لیتا اٹھ کھڑا ہوا اور سونے کے لیے چلا گیا زیاد البتہ وہیں تھا۔ وہ بھی اس کے برابر صوفے پہ بیٹھ گئی جو چائے کا مگ رکھ کر اس طرف آ گیا تھا۔ ہاتھوں کی انگلیاں موڑتے ہوئے وہ بے پناہ مضطرب لگ رہی تھی۔ زیاد کی عقابی نگاہوں سے اس کی یہ کیفیت پوشیدہ نہ رہ سکی۔

"روشانہ آپ کچھ پریشان ہیں؟" وہ نرمی سے بولا تو اس نے ایک ثانیے کے لیے نگاہیں اٹھا کر زیاد کو دیکھا۔

"آپ کی صناع کے ساتھ کمٹمنٹ تھی؟" اس نے ایسے وقت میں اس سے وہ عجیب سا سوال کر دیا۔ وہ تو سمجھ رہا تھا کہ وہ فاطمہ کی موت کی وجہ سے افسردہ ہے۔

"بھئی آپ نے یہ سوال کیوں کیا ہے میرے لحاظ سے تو یہ غیر ضروری ہے میری شادی کہیں نہ کہیں تو ہونی ہی تھی پھر مجھے کبھی اتنا وقت ہی نہیں ملا کہ کسی کے ساتھ کمٹمنٹ ہی کر سکوں سو ممی پاپا کی بات مان لی یہ کمٹمنٹ والا قیاس عباس کا پھیلایا ہوا ہے اسی وجہ سے میری اس سے بات چیت ابھی تک بند ہے جب تک وہ ممی پاپا کو اصل صورت حال سے آگاہ نہیں کرے گا یہ ناراضگی برقرار رہے گی میں اس طرح کا شخص نہیں ہوں اپنی مصروف روٹین میں مجھے رومینس یا فلرٹ کا ٹائم نہیں ملا اور عباس نے تو افسانے بنا دیے۔ ویسے ایک بات ہے آپ کی کزن بے حد بزدل ہیں ہر وقت ہراساں اور گھبرائی رہتی ہے جبکہ مجھے بااعتماد بہادر لڑکیاں اچھی لگتی ہیں ابھی تک آپ کی کمپنی میں صناع میں وہ اعتماد نظر نہیں آیا جو آپ کی شخصیت کا حصہ ہے۔" زیاد کے تعریفی انداز سے وہ خوش ہو گئی۔

"آپ نے صناع کے بارے میں چھان بین کی میرا مطلب ہے اس کی صفات' خوبیوں' خامیوں وغیرہ کو پرکھا۔" اسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ دل کی بات کیسے زبان پہ لائے۔

"جہاں تک چھان بین کی بات ہے تو ممی پاپا نے مطمئن ہو کر ہی منگنی کی ہے رہی عادات' خوبیاں' خامیاں تو وہ ساتھ رہ کر ہی پتہ چلیں گی مگر مجھے حیرت ہے آپ اپنی کزن کے بارے میں ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں۔"

"آپ پولیس والے تو بڑے جہاں دیدہ ہوتے ہیں بس ایسے ہی سوچا آپ کے خیالات تو معلوم کیے جائیں۔" وہ بڑی صفائی سے بات کرتے کرتے موضوع بدل گئی۔

☼ ☼ ☼

جو کچھ خالہ حاجرہ نے اسے بتایا اس نے صناع کے حواس ہی گم کر دیے تھے۔ جب فاخرہ اور فائقہ دوپہر کو ذرا آرام کرنے لیٹیں تو تب خالہ حاجرہ رازدارانہ انداز میں چوکنی ہو کر ادھر ادھر اسے ڈھونڈتی بائیں طرف بنے کمروں کی قطار کی طرف آئیں صناع یہیں تھی وہ ان کے پراسرار سے انداز سے خائف ہو گئی۔

"صناع پتر مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے۔" صناع انہیں کمرے میں لے آئی۔

"صناع پتر فاطمہ نے اپنے مرنے سے صرف ایک دن پہلے مجھ سے حلف لے کر یہ باتیں کیں اور میں صرف تمہیں بتا رہی ہوں۔ کچھ روز پہلے فاطمہ ملکوں کی حویلی گئی تھی بڑے ملک کے پاس اپنی زمینوں کے سلسلے میں پر ملک افتخار نے فاطمہ بہن سے کوئی اچھا سلوک نہیں کیا دوسرے روز حامد تمہارے گھر آیا جب وہ یہاں سے گیا تو بہت غصے میں تھا۔ فاطمہ نے اسی وقت مجھے بلوایا اور کہا کہ اگر میں نہ رہوں تو صناع دھی سے کہنا آئندہ بھی یہاں مت آئے اور جس

طرح سے بھی ہو سکے حامد سے اپنا آپ بچائے۔ جس رات فاطمہ کا قتل ہوا اس دن حامد پھر تمہارے گھر آیا تھا جب وہ نکلا تو میں گئی کیونکہ وہ بڑا گھبرایا اور پریشان سا لگ رہا تھا میں نے اونچی چھت سے اسے دیکھا۔ جب میں تمہارے گھر گئی تو دیکھا فاطمہ..." وہ جملہ مکمل نہ کر سکیں اور رونے لگیں۔ صناع کو بات کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہ لگی کہ اس کی اماں کا قاتل حامد ہے نہ جانے اس شقی القلب نے اس کی اماں کو کیوں مار دیا تھا۔ اس کا خون اندر ہی اندر جوش کھانے لگا۔ اماں اسی کی وجہ سے ہی قتل ہوئیں پہلے چچا اور اب اماں۔ حامد نے کیوں ان کا گلا گھونٹ ڈالا۔ خالہ حاجرہ کے جانے کے بعد سے اب تک وہ یونہی بے حس و حرکت بیٹھی کسی غیر مرئی شے کو گھور رہی تھی۔

"میں اس ذلیل حامد کو چھوڑوں گی نہیں چاہے میرے ساتھ کچھ بھی ہو جائے۔" ایک نئے عزم و حوصلے سے اس کی ساری مایوسی ختم ہو گئی۔

وقت کا کام زخم مندمل کرنا ہے سو آہستہ آہستہ وہ بھی نارمل زندگی کی طرف لوٹ رہی تھی مگر اب بھی اکثر ماں کی یاد اسے بے چین رکھتی۔ کچھ دن بعد وہ سب کے ساتھ راولپنڈی چلی آئی۔

☼ ☼ ☼

اس پرشکوہ بنگلے کی ہر چیز دلفریب اور قیمتی تھی۔ حامد نے اسے بڑی گرمجوشی سے خوش آمدید کہا۔ روشانہ نے متاثر ہونے والی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا اور اس کا شکریہ ادا کر بیٹھ گئی۔

"تو آپ ہیں روشانہ صناع کی کزن مگر آپ اس کے خلاف میرے ساتھ کیوں ہیں شاید آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں نے صناع کا کیا حشر کرنا ہے صرف اسی کی وجہ سے اس بڑھیا نے میرے اوپر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی اور میں نے..." ایک دم حامد کو جیسے ہوش آ گیا اور وہ خاموش ہو کر روشانہ کو گھورنے لگا تو خوف کی ایک لہر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ ایک ثانیے کے لیے اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس نے یہاں آ کر غلطی کی ہے مگر پھر فوراً ہی اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا۔

"میری کزن ضرور ہے ساتھ میری خوشیوں کی قاتل ہے میری آنکھوں کے خواب اس کی پلکوں پہ سج گئے ہیں اس نے مجھ سے زیاد کو چھین لیا ہے میں چاہتی ہوں کہ صناع کے ساتھ کچھ ایسا ہو کہ زیاد خود بہ خود اسے دستبردار ہو جائے۔" اس وقت وہ نرم و نازک لڑکی نہیں بلکہ خون آشام ڈائن لگ رہی تھی حامد مسکرا دیا۔

"ویل ڈن اب بات بنی ہے آپ فکر مت کریں صناع کی طرف میرے بڑے حساب ہیں اس کے لیے میرا بہت سا روپیہ' وقت خرچ ہوا۔ ذلیل الگ ہوا ہوں اس کا وہ حال کروں گا کہ... لیکن ایک بات یاد رکھیں میں نے صناع کی ماں کے بارے میں جو کہا ہے وہ کبھی بھولے سے بھی آپ کی زبان پہ نہیں آنا چاہیے ورنہ نتائج کی ذمہ دار آپ خود ہوں گی۔" اس کا لہجہ اتنا سفاک اور خطرناک تھا کہ روشانہ کے بدن پہ چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

"خالو میں چاہتی ہوں کہ جو زمین ناجائز طور پہ ملکوں اور دوسرے بااثر لوگوں کی قبضے میں ہے وہ کسی طرح مجھے مل جائے۔" اس کا لہجہ بہت مضبوط تھا۔

"میں نے بھی ایک بار فاطمہ بہن سے یہ کہا تھا تو اس نے انکار کر دیا تھا۔ ہائی کورٹ کا ایک بہت اچھا وکیل میرا دوست ہے۔ اس طرح کے مقدمات میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ میں اس سے بات کروں گا انشاء اللہ تمہیں تمہارا حق مل کر رہے گا۔" ابراہیم نے اسے تسلی دی۔ ساتھ وہ اندر سے فکرمند بھی تھے کیونکہ صناع کی حیثیت انہیں غیر محفوظ لگ رہی تھی فاطمہ کے قتل کے بعد کسی حد تک وہ بھی حقیقت سے واقف ہو گئے تھے مگر اظہار کرنے سے قاصر تھے۔ اس لیے پہلے انہوں نے ابراہیم اور پھر فائقہ سے بات کی۔

"صناع ماں کی وفات کے بعد اکیلی رہ گئی ہے میں

چاہتا ہوں کہ جلد از جلد زیاد اور صناع کا نکاح کر دیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے صناع کے حقوق کی ادائیگی میں مجھ سے کوئی کوتاہی ہو جائے کیونکہ فاطمہ بہن صناع کو میرے سپرد کر کے گئی ہیں اب صناع کلی طور پہ میری ذمہ داری ہے۔ میں اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا چاہتا ہوں۔" فائقہ اور بابر فوراً" مان گئے زیاد بھی راضی ہو گیا۔ انتہائی سادگی سے گھر کے افراد کی موجودگی میں اس کا نکاح زیاد سے ہو گیا تو روشانہ پہ بجلی سی گر پڑی اس نے حامد سے کئی بار رابطہ کرنے کی کوشش کی تھی مگر وہ نہ مل سکا تھا۔

رات کو اس نے پھر فون پہ حامد کا نمبر ڈائل کیا۔

"ہیلو ملک حامد ہیں؟ اچھا کب تک آئیں گے؟ ٹھیک ہے جب آئیں گے تو میں پھر خود فون کر لوں گی۔" روشانہ نے ریسیور رکھا تو صناع لڑکھڑاتے قدموں سے دروازے کے آگے سے ہٹی اور اپنے کمرے میں آ گئی۔ اتفاق سے اس نے روشانہ کی گفتگو سن لی تھی اب واقعی اسے اپنی عزت خطرے میں نظر آنے لگی تھی۔ بہت سے آنسو اس کی آنکھوں کی حد سے باہر آ کر اس کے گال بھگونے لگے جانے روشانہ نے اس سے کس چیز کا انتقام لیا تھا۔

"عباس بھائی میرا ایک کام کر دیں گے۔"

"ایک نہیں سو کام کروں گا میری بہن بتائے تو سہی۔"

"دراصل میں مجھے زیاد صاحب سے بات کرنی ہے۔" بالآخر اٹک کر اس نے کہہ دیا۔ عباس کے پھٹ پھاڑ قہقہے نے اسے دہلا دیا۔

"او گویا اب وہ صاحب ہو گئے ہیں۔" عباس بہت شریر ہو رہا تھا مگر صناع کی روہانسی آواز سن کر وہ سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا بات کرنی ہے۔"

"مجھے ان سے ہی بات کرنی ہے کیا مجھے ان کا فون نمبر مل سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں یہ لو لکھو۔" پھر وہ اسے زیاد کا نمبر لکھوانے لگا۔ صناع نے فون بند کر دیا اور عباس کا دیا نمبر ملانے لگی۔ مگر زیاد آفس میں موجود نہیں تھا دو تین بار ٹرائی کرنے کے باوجود زیاد سے بات نہ ہو سکی تو وہ جھنجھلا گئی اور دوبارہ عباس کو فون کیا۔

"میں کیوں کرتا ہوں بھائی جیسے ہی آئیں گے آپ کی طرف بھیج دوں گا۔" عباس بولا۔ اس کی بھائی سے صلح ہو چکی تھی اور وہ بہت خوش تھا۔

"ہاں۔" اس نے بغیر سوچے سمجھے کہہ دیا پر کہہ کر پچھتائی۔

"اور وہ نہیں ایسے نہیں کرتا ہے۔"

"تو پھر بتاؤ کیا کروں تمہیں لینے آ جاؤں کیونکہ مما پپا پھپھو کے گھر لاہور گئے ہوئے ہیں اور یہاں ہم دونوں مکھیاں مار رہے ہیں تمہاری آمد خوشگوار ہی ثابت ہو گی۔"

"پر لوگ کیا کہیں گے۔"

"گولی مارو لوگوں کو میں ابھی تمہیں لینے آ رہا ہوں تم فکر مت کرو کہ آنٹی سے میں نے کیا کہنا ہے۔" وہ اسے ترکیب بتانے لگا تو صناع کی سانس میں سانس آئی۔ پھر سچ مچ وہ اسے لینے آ گیا جانے فاطمہ اور اس میں کیا کیا باتیں ہوئیں کہ انہوں نے اس کے جانے پہ کوئی اعتراض نہ کیا۔ صناع کے اندر جو چور بیٹھے کا احساس پیدا ہو چلا تھا جاتا رہا۔

نئے رشتے سمیت وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ حامد کی درندگی اور ہوسناکی سے محفوظ رہنے کے لیے اسے زیاد کی عیاشی اور رنگین مزاجی منظور تھی کم از کم وہ اسے اپنا تو رہا تھا۔ اسے اپنی زمین واپس لینی تھی فاطمہ اور امجد کے قاتلوں کو عدالت کے کٹہرے تک لانا تھا اپنی عزت بھی بچانی تھی اگر اس کی پشت پہ زیاد کی مضبوط شخصیت ہوتی تو سب ناممکن ممکن تھا یہ سب سوچتے ہوئے وہ بے حد خود غرض ہو گئی تھی اماں کی موت نے اسے سرتاپا بدل کر رکھ دیا تھا وہ مضبوط پر عزم اور دنیادار ہو گئی تھی اسے اپنی بقا کے لیے یہ سب کرنا ہی تھا۔

"بھائی آ گئے ہیں میں نے کہہ دیا ہے تمہیں ان سے ضروری کام ہے وہ چینج کر کے آتے ہیں تم بیٹھو میں ذرا کچن کا چکر لگا لوں دیکھوں خاطر مدارات کا انتظام کیا ہے۔" وہ اپنی شرارتی مسکراہٹ چھپاتا چلا گیا۔ وہ بک شیلف سے یونہی ایک کتاب اٹھا کر اس کی ورق گردانی کرنے لگی قدموں کی آہٹ پہ اسے سر اٹھانا پڑا وہ زیاد ہی تھا۔

"کیسی ہیں صناع خیریت تو ہے ناں عباس نے آتے ہی ڈرا دیا کہ آپ پریشان ہیں اور کوئی ضروری بات کرنے آئی ہیں یہ سنتے ہی میں یونہی اٹھ کر چلا آیا دیکھیں یونیفارم بھی نہیں بدلا ہے۔" وہ نارمل انداز میں بات کر رہا تھا سو اس کے دل کو ڈھارس سی ہوئی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔" وہ آہستگی سے بولی۔

"ہاں دیکھ رہا ہوں پہلے سے ٹھیک لگ رہی ہیں بلکہ خاصی ٹھیک ٹھاک۔" اب کے زیاد نے خالصتاً" مردانہ استحقاق بھری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔ اس کی گھنی چوٹی چادر میں چھپی ہوئی تھی اور گلابی پاؤں نازک اسٹائلش سی جوتی میں مضطرب سے تھے جنہیں وہ بار بار زمین سے رگڑ رہی تھی۔ خوامخواہ وہ اپنی موٹی انگلیاں چٹخانے لگی۔

"ہاں کیا بات ہے شروع ہو جائیں۔" وہ کیپ سر سے اتار کر بال ٹھیک کرنے لگا۔ وہ پھر اسی گھبراہٹ کا شکار ہونے لگی جسے اپنے تئیں گھر چھوڑ آئی تھی بھلا وہ کیسے کہے کہ زیاد اس کا مدعا بھی جان لے اور اس کا بھرم بھی رہ جائے آخر اس شخص کے سامنے میری ساری بہادری اڑنچھو کیوں ہو جاتی ہے بھلا زیاد میرے بارے میں کیا سوچے گا اچھا سوچتا رہے جو بھی سوچنا چاہے۔" اس نے آنکھیں بند کر کے کہہ دیا۔

"پلیز مجھ سے جلدی شادی کر لیں مجھے ڈر لگتا ہے۔" پہلے تو وہ حیران ہوا پھر اسے اپنی مسکراہٹ چھپانی دشوار ہو گئی وہ اس کے دونوں فقروں میں رابطہ تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صناع سمجھی کہ وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"اماں کے بعد میں اکیلی ہو گئی ہوں بالکل بے سہارا مجھے ایک مضبوط سہارے کی ضرورت ہے۔ آپ سے بڑھ کر کون بہتر ہو گا۔" جذباتی پن کی اس کیفیت میں اس نے وہ سب کہہ دیا جو شاید عام حالات میں کہنے کا تصور بھی نہ کر سکتی تھی۔

"بھئی آپ اکیلی کہاں ہیں میں جو ساتھ ہوں۔" زیاد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے نزدیک بیٹھ گیا تو صناع کے رونے میں کمی آنے لگی۔ اسے اب احساس ہوا کہ اس سے شاید حماقت ہو گئی ہے اگر وہ یہاں چلی آئی تھی تو یہ سب اسے زیاد سے براہ راست نہیں کہنا چاہیے تھا۔ کیونکہ اس کا انداز ایکدم بدل گیا تھا اس نے صناع کے سراپے کو جو نگاہوں کے حصار میں لے لیا تھا۔

"پھر تاریخ اور دن کا بھی تعین کر دیں تاکہ بارات لے کر آنے میں آسانی رہے۔"

"پلیز آپ تو میرے ساتھ مذاق مت کریں جن حالات سے میں اس وقت گزر رہی ہوں انہی حالات نے مجھے یہاں آنے پہ مجبور کیا ہے۔" مذاق کون کر رہا ہے اسے پہلے اپنے اور اس کے درمیان تعلق کی خوب صورتی کا احساس ہی نہ تھا۔

"حالات کا مجھے بھی اندازہ ہے مگر صناع یہ مناسب ہو گا کہ پہلے آپ اپنی تعلیم مکمل کر لیں تھوڑی اور میچورڈ ہو جائیں۔ میں مرد ہوں مجھے کوئی مشکل نہیں ہے مگر آپ میرڈ لائف کی ذمہ داری شاید ابھی نہ نبھا سکیں۔"

"مجھے بھی مشکل نہیں ہو گی میں نے دیہات کی کھلی فضا میں پرورش پائی ہے شہری لڑکیوں سے زیادہ میچورڈ ہوں۔" اس وقت صناع کے سامنے صرف یہی ایک پوائنٹ تھا کہ زیاد رخصتی پہ رضامند ہو جائے ورنہ آنے والے دنوں میں شاید حامد اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب ہو جائے یہ اس کی سوچ تھی۔ اس وقت قدرے ضدی اور اپنی بات پہ اڑی صناع زیاد کو اتنی دلکش لگی کہ وہ بے اختیار سا ہو گیا۔

"مجھے منظور ہے ابھی اسی وقت۔" صناع کے چہرے کا رنگ اس کی جرات پہ اڑ سا گیا اسے زیاد سے اس درجہ بیباکی کی امید نہ تھی وہ بجلی کی تیزی سے اپنی جگہ چھوڑ گئی۔ عباس زور زور سے کھانستا اندر داخل

ہوا تو صناع شرمندہ سی ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

"مما مجھے روشانہ شروع سے ہی پسند ہے اب جب بھائی کی بات فائنل ہو چکی ہے تو آپ میرا پرپوزل لے جائیں اس سے پہلے کہ کوئی اور اسے بک کر لے۔" عباس بڑے لاڈ سے اپنا سر فائقہ کے کندھے پر رکھے کہہ رہا تھا۔

"اللہ اللہ کیا زمانہ آگیا ہے اب لڑکے خود کس بے شرمی سے والدہ محترمہ کے حضور اپنی پسند و ناپسند بیان کرنے لگے ہیں۔" فیضان اس کی بات سن چکا تھا اور اب چڑھائی کی تیاری کر رہا تھا۔ عباس کھسیا گیا اسے معلوم نہ تھا کہ فیضان بھی موجود ہے اپنے تئیں تو اس نے اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد ہی بات کی تھی مگر وہ جانے کب سے ادھر چھپا ہوا اس کا حرف بہ حرف سن چکا تھا اب اس کا ریکارڈ لگنا لازمی تھا۔ فائقہ دونوں کی نوک جھونک پہ مسکرانے لگیں۔

روشانہ ملک حامد سے رابطہ کرنے کی کوشش کر کے تھک گئی تھی اس نے اپنے جو تین نمبر دیئے تھے ان میں سے کسی ایک پہ بھی وہ دستیاب نہیں تھا وقت تھا کہ تیزی سے گزرتا جا رہا تھا اور وہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا پھر ایک روز اس کے ملازم سے بات ہو ہی گئی اس نے بتایا ملک حامد ہاسپٹل میں اپنے والد صاحب کے پاس ہیں جن پہ فالج کا زبردست اٹیک ہوا ہے اور وہ زندگی و موت کی کشمکش میں ہیں۔ اب وہ اس کی غیر حاضری کی وجہ جان گئی۔ اب اسے جو کچھ کرنا تھا خود کرنا تھا اگر وہ اس موڑ پہ ذرا بھی سستی دکھاتی تو زیاد کو ہمیشہ کے لیے کھو دیتی۔ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا اس نے صناع کو اپنے کمرے میں بلوایا۔ وہ سمجھی کہ روشانہ آپی نے شاید اپنی ناراضگی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس لیے اسے بلوایا ہے۔ وہ خوشی خوشی اس کے بلاوے پہ دوڑی گئی۔

"بیٹھو مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے اس کا ذکر کسی سے مت کرنا خاص طور سے گھر میں اس کا انحصار تمہاری عقل مندی پہ ہے۔ صناع میرے اور زیاد کے درمیان سے ہٹ جاؤ میں اسے اس وقت سے چاہتی ہوں جب تم نے اس گھر میں قدم بھی نہیں رکھا تھا میں زیاد کو پاگل پن کی حد تک چاہتی ہوں وہ میرا آئیڈیل ہے۔ اگر تم نے میری بات نہ مانی اور زیاد سے دستبردار ہونے کو تیار نہ ہوئیں تو میں ملک حامد والی کہانی اور تمہاری قابل اعتراض تصویریں زیاد تک پہنچا دوں گی اس کے پاس تمہارے بڑے زبردست پوز ہیں اور جو کمپیوٹر ایفکٹس کے ساتھ تمہاری پندرہ منٹ کی مووی ہے اگر زیاد نے دیکھ لی تو تمہیں رخصتی کروانے سے پہلے ہی قتل کروا ڈالے گا کیونکہ وہ اتنا بے غیرت نہیں ہے تمہاری جیسی لڑکی کو اپنا لے گا۔ وہ ایسا ویسا نہیں ہے اس کی شرافت کی مثالیں سارا محلہ دیتا ہے بھلا وہ تم جیسی لڑکی سے شادی کرے گا جس کی قابل اعتراض تصویریں ایک عیاش جاگیردار کے پاس ہیں۔"

"اف روشانہ آپی اتنی سنگدل بھی ہو سکتی ہیں۔" اس کا اندازہ صناع کو پہلی بار ہوا۔ اندر چھن سے کچھ ٹوٹا تو پورے بدن میں کرچیاں ہی کرچیاں چبھ گئیں۔

"مگر آپ جانتی ہیں وہ تصویریں جعلی ہیں میں ایسی لڑکی نہیں ہوں میں نے ملک حامد کی کبھی بھی حوصلہ افزائی نہیں کی ورنہ میرے ساتھ یہ سب نہ ہوتا جو اب ہو رہا ہے۔"

"کون یقین کرے گا تمہاری باتوں کا اور ہمارے یہاں کے مرد غیرت اور عورت کے معاملے میں بڑے حساس ہوتے ہیں۔ زیاد کو تم میرے لیے رہنے دو اگر میری بات مانو گی تو ملک حامد کے ہاتھوں بے عزت ہونے سے بچ جاؤ گی ورنہ حامد تمہاری وہ شاہکار تصویریں اس محلے کی ایک ایک دیوار پہ آویزاں کر دے گا اس لیے فوراً شادی سے انکار کر دو۔"

"مگر میرے پاس انکار کا کوئی جواز تو ہو۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"کبھی کبھی انکار کا جواز نہیں ہوتا۔" روشانہ کی آنکھیں شعلے کی طرح دہک رہی تھیں۔ صناع کے دل

کو کسی نے پوری قوت سے مسل دیا۔

"نہ جانے میں نے ابھی اور کیا کیا دیکھنا ہے۔" وہ بہت دل گرفتہ ہو رہی تھی۔

"صناع بیٹا تم ہوش میں تو ہو۔" ابراہیم اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے جیسے اس کی دماغی حالت پہ شبہ ہو۔

"جی خالو میں یہی کہہ رہی ہوں کہ میں زیاد کے ساتھ شادی کے لیے راضی نہیں ہوں۔" اس وقت وہ شرمندگی کے جس مرحلے سے گزر رہی تھی وہی جانتی تھی باپ جیسے خالو کے سامنے یہ ڈھٹائی اسے زندہ در گور ہونے پہ مجبور کر رہی تھی۔

"آخر کیوں یکایک تمہیں کیا ہو گیا ہے تمہیں نکاح سے پہلے یہ بات سوچنی چاہیے تھی۔"

"بس اس وقت نہیں سوچی تھی ناں اب فیصلہ کر لیا ہے میں نے۔ زیاد ایک رنگین مزاج شخص ہے میں ایسے شخص کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتی۔"

"تمہیں زیاد کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہے وہ تو بہت باکردار اور عمدہ لڑکا ہے۔"

"آپ اس باکردار اور عمدہ لڑکے کی شادی اپنی بیٹی سے کیوں نہیں کر دیتے مجھے انکار ہے اس رشتے سے۔ آپ بات ختم کروا دیں۔" وہ تیزی سے باہر نکل گئی کیونکہ اور زیادہ دیر وہ ان کے سامنے کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔ اس نے کتنی بے حیائی سے ان کے سامنے سب کچھ کہہ دیا تھا اپنی عزت اور روشانہ کے مجبور کرنے پہ۔ مگر خالو تو یہ بات نہیں جانتے تھے ناں۔ اب وہ صناع کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے اس کی بلا سے۔ وہ تو دونوں طرف سے پھنسی ہوئی تھی آگے کنواں اور پیچھے کھائی والا معاملہ تھا۔

☼ ☼ ☼

ان کا پورا گھر ہی صناع کے انکار کی وجہ سے متفکر تھا سب سے زیادہ دکھ تو عباس کو ہوا تھا ادھر زیاد کی مردانہ انا پہ ضرب پڑی تھی کہاں تو ایک دن آ کر وہ اس سے رخصتی کی درخواست کر رہی تھی اور آج اس کی طرف سے انکار بھی آ گیا تھا کہ وہ راضی نہیں ہے چند دن کے اندر اندر اس میں یہ تبدیلی کیسے آ گئی تھی۔

"اٹس ٹو مچ آپ نے کیسے برداشت کر لیا اور صناع کو میری توہین کرنے کی ہمت کیسے ہوئی جو بھی یہ بات سنے گا مذاق اڑائے گا میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔" زیاد فائقہ کے سامنے منتشر سا بیٹھا تھا خود فائقہ کا بھی یہی حال تھا۔

کالج ٹائم آف ہونے پہ وہ یونہی گیٹ سے باہر نکلی اس کے قریب کسی گاڑی کے بریک زوردار آواز میں چرچرائے وہ دہل کر پیچھے ہٹی۔ زیاد گاڑی کا دروازہ کھول کر اتر رہا تھا اس نے صناع کو گاڑی میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ اس کے چہرے پہ انکار کی تحریر بڑی واضح تھی۔ زیاد نے اس کا بازو پکڑا اور اسے فرنٹ سیٹ پہ تقریباً دھکا دے کر بٹھایا۔ اسے اس بات کی بالکل پروا نہیں تھی کہ لوگ انہیں کن حیرت بھری سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ وہ اب گاڑی کو ایک سنسان کم رش والی سڑک پہ ڈال چکا تھا۔ جس کے دونوں طرف بلند و بالا درخت تھے آس پاس کسی آبادی کے آثار بھی نظر نہیں آ رہے تھے۔ اگر زیاد اسے یہاں مار کر پھینک بھی جاتا تو کسی کو پتہ نہیں چلتا اندر سے وہ بری طرح خوفزدہ تھی زیاد کی اس حرکت کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ اسے سب کچھ پتہ چل چکا ہے اور اب وہ اس کا "انجام بخیر" کرنے اسے اس ویرانے میں لایا ہے۔

پندرہ بیس منٹ کے بعد اس نے ایک طرف کچے راستے پہ اتار کر گاڑی روک لی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ چند منٹ کے بعد اس نے صناع کی طرف رخ کیا۔

"پوچھ سکتا ہوں محترمہ آپ کے اس انکار کا سبب کیا ہے کہاں تو آپ فرما رہی تھیں پلیز جلدی سے رخصتی کرا لیں اور کہاں یہ انکار۔ اچانک مجھ میں کیا برائی دکھائی دینے لگی۔" اس کا لہجہ سرد و طنزیہ اور روکھا تھا جس میں اپنائیت کی رمق تک نہ تھی۔

"مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی ہے آپ کسی اور لڑکی سے کر لیں۔ روشانہ آپی سے کر لیں وہ بہت اچھی ہیں۔" اس بہادری کا جواب اسے زیاد کے بھرپور تھپڑ

کی صورت میں ملا۔

"میں اب اور اپنی توہین نہیں کروا سکتا مجھے شادی تمہارے ساتھ ہی کرنی ہے آئندہ میں انکار نہ سنوں۔ بصورت دیگر مجھے اپنی بات منوانی آتی ہے۔" تھپڑ کھانے کے بعد مناع بالکل ہی بے جان ہو گئی تھی اب وہ دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھی ہوئی تھی۔ زیاد اسے گھر چھوڑ کر گیا تو جانے سے پہلے پھر وارننگ دینا نہیں بھولا تھا۔

وہ بے چینی سے بستر پہ کروٹیں بدل رہی تھی نیند کسی طرح آ کے نہ دے رہی تھی وہ اپنے رخساروں پہ ہاتھ پھیرتی جہاں زیاد کی انگلیوں کے نقش ثبت ہو کر رہ گئے تھے ہاتھ پھیرنے سے اسے نئے سرے سے تکلیف کا احساس ہوتا وہ حامد، روشانہ اور زیاد کے درمیان فٹ بال بن کر رہ گئی تھی۔ اگر روشانہ کی نہ مانتی تو حامد کا ہوا سر پہ کھڑا تھا اگر زیاد کی نہ مانتی تو اس کا سخت رویہ امتحان لینے کھڑا ہو جاتا۔ ان تینوں کو صرف جیتنے سے مطلب تھا فٹ بال سے کوئی غرض نہ تھی۔

روشانہ نے اس کے لوٹنے پہ کہا تھا وہ زیاد سے نہ ڈرے بلکہ یہ بے عزتی اس بے عزتی کے مقابلے میں کچھ نہ تھی جو حامد کے تصویریں دکھانے کے بعد ہوتی اسے زیاد سے بھی خوف محسوس ہو رہا تھا اس نے مناع کے انکار کو انا کا مسئلہ سمجھ لیا تھا جانے وہ اس کا کیا حشر کرتا اس کا یہ غصیلا روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا اگر وہ زیاد کی بات مان کر رخصتی کے لیے تیار ہو جاتی تو حامد اور روشانہ اسے بدنامی کی عمیق گہرائی میں پھینک دیتے۔

آخر وہ کرے تو کرے کیا۔ سب اسے کیوں آزمانے پہ تلے ہوئے تھے ایک کے بعد ایک آفت شروع تھی امجد چاچا کی موت کے بعد پے در پے صدمات کا سلسلہ شروع تھا جانے قدرت ہر بار ایک نیا امتحان اس سے لینے کیوں تیار ہو جاتی تھی اس کا دل اندر سے بالکل کمزور ہو چکا تھا بلکہ اب تو وہ خشوع و خضوع سے اپنی موت کی دعائیں مانگنے لگی تھی کئی دفعہ اس کا جی چاہا وہ خودکشی کر لے پر اتنی ہمت کہاں سے لاتی۔

زیاد آج گھر پہ ہی موجود تھا اپنے کمرے میں بستر پہ دراز وہ اندھیرا کیے پڑا تھا۔ اس کے لیے مناع کا موجودہ رویہ تکلیف و حیرانی کا باعث بنا ہوا تھا وہ بےحد پریشان اور الجھی دل گرفتہ سی لگ رہی تھی نہ جانے ایسی کون سی بات تھی جو وہ یوں خوفزدہ نظر آتی تھی۔ اس نے بے دھڑک روشانہ سے شادی کرنے کا کہا تھا۔ ادھر روشانہ نے بھی اسے مناع کے متعلق مس گائیڈ کرنے کی کوشش کی تھی۔ مناع نے اپنے خوف کا اظہار کیا تھا۔ آخر ان ساری ڈوروں کے سرے کہاں جا کر ملتے تھے۔ اسے نرمی سے پیار سے مناع کی پریشانی اور انکار کا سبب معلوم کرنا چاہیے تھا اس نے اسے اپنا مضبوط سہارا کہا تھا۔ کم از کم اسے قوت برداشت سے کام لینا چاہیے تھا۔ بے چاری کمزور و تنہا مناع کے ساتھ اسے یوں نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اسے اپنے سخت رویے پہ پشیمانی ہو رہی تھی۔ ادھر مما نے کہا تھا کہ عباس روشانہ میں دلچسپی لے رہا ہے وہ اس کا پروپوزل لے کر جلد ہی جائیں گی۔ پر عباس نے پہلے ہی روشانہ سے بات کر ڈالی۔ اس کے اظہار پہ روشانہ کتنی دیر بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی۔

"عباس پلیز خاموش ہو جاؤ۔"

"مگر روشانہ میں نے کوئی غلط کام تو نہیں کیا ہے تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لیے سیدھا راستہ اختیار کیا ہے۔"

"عباس تم نہیں جانتے میں کسی اور کو چاہتی ہوں شروع سے ہے۔ اب کسی اور کا تصور بھی میرے لیے محال ہے۔"

"کون ہے وہ۔" عباس اسے بے یقینی و دکھ سے دیکھتا ہوا بولا۔

"بس ہے کوئی تم بھی اسے جانتے ہو۔" وہ واپسی کے لیے اٹھا تو اس کے وجود سے وہ سرخوشی اور ترنگ کی کیفیت معدوم ہو چکی تھی جو آتے ہوئے اس کی ہمسفر تھی۔

☼ ☼ ☼

زیاد اسے بٹھا کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

روشانہ کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی آج اسے اپنی جیت کا پورا یقین تھا۔ دس منٹ کے بعد زیاد آ گیا وہ ابھی ابھی نہا کر کپڑے بدل کر آیا تھا۔ سفید کرتے شلوار میں ملبوس غسل کی تازگی سے نکھرا خوشبو میں بسا وہ اس کے سامنے تھا روشانہ نے اسے اپنی نظر ہی لگ جانے کے ڈر سے نگاہ بھر کر نہیں دیکھا وہ دن دور نہیں تھا جب اس مکمل و مضبوط مرد پہ اس کا اختیار اور قبضہ ہوتا۔

"ان مضبوط بانہوں میں سمٹ جانے کے خواب تو میرے ہیں مناع کیوں درمیان میں آ گئی ہے زیاد تو میرے ساتھ ہی سج سکتا ہے بھلا وہ دیہاتی لڑکی زیاد کے ساتھ کہاں سوٹ کرے گی او نو مس فٹ۔" وہ اسے دیکھتی ہوئی سوچ رہی تھی زیاد کے ٹوکنے پہ وہ بڑبڑا گئی۔

"مجھے مناع کے بارے میں بہت ہی اہم باتیں کرنی ہیں یہ آپ کے لیے بہت ضروری ہے۔"

پھر وہ بغیر رکے بولتی گئی۔ زیاد کے چہرے کی رنگت بار بار بدل رہی تھی۔ مارے غضب کے اس نے سختی سے اپنے ہونٹ چبا ڈالے۔ بار بار وہ مٹھیاں کھول بند کر رہا تھا۔ اتنی بڑی بڑی باتیں ہو گئی تھیں اور اسے علم نہ ہوا تھا۔

روشانہ بڑی ترنگ میں ڈرائیو کرتی واپس آئی تھی اسے اب بہت جلد کامیابی کی خبر ملنے والی تھی اس نے اپنی پسندیدگی فی الحال زیاد پہ عیاں نہیں کی تھی۔ اس کا خیال تھا جب مناع والے واقعے کی گرد بیٹھ جائے گی تو تب وہ محبت کا اظہار کرے گی۔ وہ بھی مناع سے نفرت کی انتہا پہ کھڑا ہو گا جھٹ اس کا دامن تھام لے گا۔

☼ ☼ ☼

"مما مناع اپنے کمرے میں نہیں ہے۔" حواس باختہ شہلا فاخرہ کے کمرے میں داخل ہوئی پریشان تو وہ ہوئیں مگر اظہار نہیں کیا بلکہ عام سے انداز میں بولیں۔

"یہیں گھر میں ہو گی۔"

"وہ گھر میں نہیں ہے میں نے سب جگہ دیکھ لیا ہے۔" وہ بری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔ فاخرہ اٹھ گئیں نئے سرے سے اسے گھر بھر میں تلاش کیا گیا اب اس تلاش میں روشانہ بھی شامل تھی دل میں خوش بظاہر متفکر نظر آ رہی تھی۔

"شاید کسی دوست کے گھر گئی ہو۔" اس نے ایک نئی راہ دکھائی۔ مناع کی کوئی خاص دوست نہیں تھی جو تھیں ان سے معلوم کیا گیا پر ہر جگہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ابراہیم سمیت سب پریشان تھے۔ صبح سے شام ہو گئی بھاگ دوڑ کرتے مگر اس کی تلاش بار آور نہ ہو سکی۔ ابراہیم کی قوت جواب دے گئی

"میں زیاد سے بات کرتا ہوں۔" آدھے گھنٹے بعد زیاد بھی مناع کی گمشدگی سے آگاہ ہو چکا تھا اور کم و بیش اسی پریشانی سے دوچار تھا جس سے سب گزر رہے تھے مگر اس کی پریشانی دوسری نوعیت کی تھی۔ فاخرہ کے گھر میں اب مناع کے بارے میں منفی تاثر ابھرنا شروع ہو چکا تھا اور یہ تاثرات ابھارنے میں روشانہ پیش پیش تھی۔

"دیکھیں زیاد سے پہلے تو وہ شادی سے انکار کرتی رہی پھر گھر سے ہی غائب ہو گئی۔ بات بالکل صاف ہے اس کی کمٹمنٹ کہیں اور تھی۔" اس نے قصداً حامد کا نام نہیں لیا۔

"جب اسے موقع ملا تو اس نے مس نہیں کیا۔" زیاد نے اسے عجیب سی نگاہوں سے دیکھا۔ باقی سب دم بخود تھے ابراہیم اور فاخرہ کے ذہن میں ملک حامد اور مناع کا تعلق اب واضح ہوا تھا۔

"روشانہ میں مناع کے متعلق تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں ایسے کرو شام تین بجے تم کیفے ڈی لکس آ جاؤ۔" جاتے جاتے وہ روشانہ کے پاس رکا اور آہستہ سے بولا۔

"میں آ جاؤں گی۔" اس نے اثبات میں جواب دیا۔ اس نے اپنا سب سے بہترین لباس زیب تن کیا۔ اس کا تو جیسے انگ انگ جھوم رہا تھا ایک آسودہ سی حالت میں وہ کیفے ڈی لکس پہنچی تو زیاد کو بے چینی سے اپنا منتظر پا کر اس کے دل کی کلی کھل سی گئی۔ زیاد بہت

سنجیدہ تھا فوراً بغیر کسی تمہید کے شروع ہو گیا۔

"یہ ملک حامد والا چکر کب سے چل رہا ہے۔" وہ پہلے ہی سوال پہ سنبھل گئی چونکہ اسے معلوم تھا حامد کی چھیڑ چھاڑ صناع کے سسرال والوں سے چھپائی گئی ہے اس لیے دل کی بھڑاس نکالنے کا بہترین موقع تھا۔

"حامد کے ساتھ اس کا افیئر شہر آنے سے پہلے کا ہے اس لیے تو خالہ فاطمہ نے اسے ہمارے پاس بھجوا دیا کہ ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔" وہ فراٹے کے ساتھ جھوٹ بول رہی تھی۔ زیاد ساتھ ساتھ اہم نکات اپنے ذہن میں نوٹ کرتا جا رہا تھا۔ اگر وہ چاہتا تو ابراہیم انکل اور فاخرہ آنٹی سے اس معاملے پہ بازپرس کر سکتا تھا کہ اسے صناع کے معاملے سے لاتعلق رکھا گیا ہے۔ فی الحال وہ قصداً خاموش تھا۔

☼ ☼ ☼

"اوہ گاڈ زیاد بھائی کا تو نکاح ہو چکا ہے تم سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہو۔" عباس نولی نولی آواز میں بولا۔

"میں سراب کے پیچھے بھاگ رہی ہوں یا نہیں تمہیں اس سے غرض نہیں ہونی چاہیے۔ رہی صناع تو وہ دس روز سے مسلسل غائب ہے ابھی تک اس کا پتہ نہیں چلا ہے اور وہ واپس آئے گی بھی نہیں اگر آ بھی گئی تو کیا زیاد اسے قبول کرلے گا ہرگز نہیں بھلا وہ اس جیسی آوارہ لڑکی کو کیسے قبول کر سکتا ہے جو اپنے چاچا اور اماں کی موت کا سبب بھی ہے۔ زیاد کے دل میں جگہ بنانا مشکل نہیں ہے میں خوب صورت پڑھی لکھی صاحب جائیداد ہوں آخر مجھ میں کیا کمی ہے میں صناع سے ہزار درجے بہتر ہوں۔"

وہ بڑے غرور سے بولی تو عباس کے دل کے نہاں خانوں میں روشانہ کا عقیدت سے سجایت چکنا چور ہو گیا وہ روشانہ کو کیا سمجھتا رہا تھا اور وہ کیا نکلی تھی اس نے شکر کیا کہ اس نے پہلے روشانہ سے محبت کا اظہار نہیں کیا۔ تکبر و خود غرضی سے بھری روشانہ ہرگز اس کا خواب نہ تھی۔ صناع کے لیے اس کے لہجے میں جو نفرت تھی وہ عباس کو بالکل اچھی نہیں لگی وہ پہلے ہی اس کی گمشدگی سے افسردہ تھا۔ روشانہ سے ہونے والی گفتگو نے اس کے ذہن کو ایک نئے رخ پہ ڈال دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"حامد صاحب اب آپ خوش ہو جائیں کہ میں نے آپ کے راستے کا کانٹا ہٹا دیا ہے کیا مجھے صناع کی وہ فوٹو مل سکتی ہیں۔" اس کی آواز ایئر پیس کے راستے حامد کے کانوں میں جا اتری۔

"ہاں آ جائیں وہ ویڈیو اور تصویریں لے جائیں۔"

اس کا جواب بڑا مثبت تھا۔ وہ کل ہی واپس آیا تھا۔ ملک صاحب ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کے گھر جا چکے تھے۔ یہاں آ کر اسے روشانہ سے صورت حال کا علم ہوا تو وہ غصے سے بل کھا کر رہ گیا اسے بے چینی سے روشانہ کی آمد کا انتظار تھا۔ جب وہ آئی تو حامد کمر پہ ہاتھ باندھے ٹہل رہا تھا۔

"پلیز مجھے جلدی سے صناع کی وہ تصویریں دے دیں تاکہ میں زیاد کو دکھا سکوں وہ یہ نہ سمجھے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"بد تمیز یہ تو نے کیا کر دیا ہے میری ساری محنت برباد کر دی صناع کو اپنے مقصد کے لیے اس قدر خوف زدہ کر دیا کہ وہ گھر ہی چھوڑ گئی اب جانے وہ کہاں ہو گی۔" حامد نے اس کے سر کے بال پوری قوت سے پکڑ لیے صورتحال اتنی تیزی سے تبدیل ہوئی کہ روشانہ کو کچھ سوچنے کا موقع بھی نہ مل سکا۔

"میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ اے ایس پی زیاد علی کے ساتھ صناع کے نکاح کے بعد ہمیں بہت محتاط رہنا ہو گا کوئی عملی قدم اٹھانے کے بجائے صرف اسے خوف زدہ کر کے ہی مطلوبہ نتائج حاصل کرنے ہوں گے مگر تم نے تو۔ خیر صناع نہ سہی تم ہی سہی ہو تو اسی کی کزن۔ دل کی جلن مٹانے کا سہارا بنو گی تم ہاہاہاہا۔"

"نہیں نہیں۔" وہ پوری قوت سے چیخی۔

"اب ایسی ہی شاہکار تصویریں تمہاری بنیں گی تم کسی کو اپنے لٹنے کی کہانی بھی نہیں سنا سکو گی۔" وہ مکروہ مسکراہٹ سجائے اس کی طرف بڑھا۔ روشانہ کی اپنی

...اس پہ الٹ گئی تھی ڈیڑھ گھنٹے بعد وہ جب ملک ...کے بنگلے سے نکلی تو اپنی سب سے قیمتی متاع گنوا ...کی تھی۔

حامد اسی شام گرفتار ہو گیا۔ اس پہ روشانہ کے اغوا ...علاوہ لڑکیوں کو بلیک میل کرنے کا الزام تھا۔ ...شانہ نے وہاں سے آنے کے فوراً بعد شاک کی اسی ...لت میں فوراً زیاد سے رابطہ کیا تھا اور سب کچھ بتا ...تھا۔ زیاد نے اسی وقت بااثر افسران سے بات کر کے ...کی گرفتاری کے وارنٹ حاصل کیے۔ اب وہ ...کسٹڈی میں تھا۔

"تم پہ بہت سے مقدمے بنیں گے جن میں ایک مقدمہ صناع کی والدہ کے قتل کا بھی ہو گا دوسرا مقدمہ ...شانہ سے متعلق ہو گا تیسرا مقدمہ بلیک میلنگ کا اس کے ساتھ دو مقدمات اور بھی ہیں ان سے تم بچ نہیں ...گے۔ مجھے سمجھ نہیں آتا تم نے اس بے گناہ ...رت کو قتل کیوں کیا صرف اس لیے کہ اس نے تم ...اں کو اپنی جائیداد حاصل کرنے کے لیے کیس کی ...ل دی تھی اس نے اپنی بیٹی کو تمہاری دھمکیوں کے ...و تمہارے آگے پیش نہیں کیا اسے تم سے بچا کر ...بھیج دیا۔ تم جیسے بگڑے لڑکوں کو سنوارنا مجھے خوب ...ہے۔ اب سیدھی طرح بتا دو صناع کہاں ہے۔"

...نے لاعلمی کا اظہار کیا تو زیاد نے اسے جلاد صورت ...اہلکار کے حوالے کر دیا۔ زیاد نے حامد کو گرفتار کرنے ...کے فوراً بعد بلیک میلنگ کا تمام مواد اپنے ہاتھوں سے ...ضائع کر دیا تھا۔ اس کے پاس ٹھوس شواہد تھے اب حامد ...کا مرتے دم تک باہر آنا مشکل تھا۔ اسے صناع کے ...بارے میں پریشانی تھی جانے حامد نے اسے کہاں چھپا ...رکھا تھا۔

ابراہیم اور فاخرہ کے گھر والوں پہ قیامت ٹوٹ پڑی ...تھی ان کی اولاد ہی ان کے لیے اپنا بدنما دھبا بن جائے ...گی اس کا تصور بھی انہوں نے نہیں کیا تھا۔ زیاد نے ...انہیں یقین دلایا تھا کہ روشانہ کا نام نہیں آئے گا وہ ان ...کے دکھ کا احساس پوری طرح کر رہا تھا۔ اسماعیل تو ...روشانہ کو جان سے مارنے پہ اتر آیا تھا ارشہ فاخرہ نے ...اسے لعنت و ملامت کیا تھا۔

"مجھے لگتا ہی نہیں ہے کہ تم میری بہن ہو خود غرض و بے حس اور خود ستائی کی ماری ہوئی۔ تم زیاد کی محبت حاصل کرنے کے لیے اتنی پستی میں اتر گئیں محبت تو قربانی اور ایثار کا نام ہے تم نے تو محبت حاصل کرنے کے نام پہ خود غرضی کا کاروبار کیا ہے حسد نے تمہاری عقل تک چھین لی۔ تم نے صناع کو گھر چھوڑنے پہ مجبور کیا وہ کس لاچاری کے عالم میں گھر سے گئی ہو گی اس کی آہوں نے ہی تمہیں یہ دن دکھایا ہے تم ذلت کے گڑھے میں گر گئی ہو۔" وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سن رہی تھی ارشہ کی کسی بات کا جواب بھی اس کے پاس نہیں تھا۔

اتفاق سے اس روز شہلا نے روشانہ اور صناع کی تمام باتیں سن لی تھیں۔ اسے روشانہ کی سنگدلی، خود غرضی اور بے حسی پہ بہت تاؤ آیا تھا ساتھ صناع کی بے بسی و بے چارگی پہ ترس بھی آیا۔ اس نے صناع کو راضی کر لیا تھا کہ وہ فی الحال فوری طور پہ منظر سے غائب ہو جائے۔ اس نے اپنے کزن خالد اور اس کی بیوی کو اسی وقت فون کیا اور صناع راتوں رات لاہور پہنچ گئی۔ اس بات کی کسی کو کانوں کان بھی خبر نہ ہو سکی۔ شہلا کو ڈر تھا کہیں بنی بنائی بات بگڑ نہ جائے۔ مگر اب جب سب کچھ سامنے آ چکا تھا تو اس نے زیاد اور اس کے گھر والوں کو صناع کی موجودگی اور تمام واقعات سے آگاہ کر دیا۔ وہاں تو خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی فاخرہ

اور بابر فوراً" صناع کو لانے کے لیے تیار ہو گئے پر زیاد نے منع کر دیا جانے اس کے دل میں کیا تھا۔ اسماعیل اپنی بیوی کا شکر گزار تھا جس نے صناع جیسی بے سہارا لڑکی کی کڑے وقت میں مدد کی تھی۔



خالد نے ایئر کنڈیشنڈ فرسٹ کلاس کوپے میں صناع کے لیے سیٹ بک کروائی تاکہ وہ آرام سے سفر کرے۔ وہ اسے بٹھانے کے بعد چلے گئے۔ صناع دل ہی دل میں ان کی ممنون تھی کہ انہوں نے اس مشکل گھڑی میں ہر طرح سے اس کی دلجوئی کرنے کی کوششیں کی تھیں اسے کہیں بھی بیگانگی کا احساس تک نہ ہوا تھا۔

رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔ گاڑی اب چلنے کی تیاری میں تھی پر اس کے سامنے والی سیٹ ابھی تک خالی تھی۔ اب وہ تھی اور اس کی لامتناہی سوچیں۔ اچانک اس کے خیالات کو بریک لگ گئے سامنے والی سیٹ کا مسافر آ چکا تھا اور یہ کوئی اور نہیں زیاد تھا وہ برق سے تیزی سے اٹھی۔

"اپنے آپ کو زیرِ حراست سمجھیں" زیاد کا لہجہ سرد اور خشک تھا۔ صناع جو سمجھ رہی تھی اب اس کے دکھوں کے دن تمام ہو گئے ہیں اس نا گہانی پہ ہیشہ کی طرح گھبرا گئی۔ آنسو پلکوں کی باڑھ پھلانگ آئے۔

"میں نے آخر کیا کیا ہے میرا جرم کیا ہے میں خود کو زیرِ حراست سمجھوں کیا آپ کے پاس میرے جرم کا ثبوت و وارنٹ ہے۔" جھجکتے لہجے میں بولتی وہ بہت اداس و اکیلی لگ رہی تھی۔

"آہستہ آہستہ ایک سانس میں اتنے سوال ان سب کا ایک ہی جواب ہے آپ کے جرم کا جیتا جاگتا ثبوت میں خود ہوں رہا وارنٹ تو وہ نکاح نامے کی صورت میں میرے پاس محفوظ ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں مسکرایا۔

"صناع آپ مجھ پہ اعتبار کر کے صرف ایک بار مجھے سب کچھ بتا دیتیں تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی کہ پہلی فرصت میں انکار کر دیا کہ میں رنگین مزاج ہوں اس

فرزانہ نے تو آپ سے سچ اگلوانے کے لیے آپ کا خوفزدہ کیا تھا اور آپ سچ سمجھ بیٹھیں۔ خواہ مخواہ اتنے دکھ اٹھائے ساتھ میں مجھے بھی بے آرام کیا ان چند دنوں میں میں اتنا پریشان رہا ہوں کہ اتنا اپنی عمر کے ستائیس سالوں میں بھی نہیں ہوا ہوں۔ اب بھی اگر شہلا بھابھی نہ بتاتیں تو میں اندھیرے میں ٹاکک ٹوئیاں مارتا رہتا۔"

کیا یہ سب سچ تھا صناع کو اپنی سماعتوں پہ بے یقینی سی ہونے لگی۔

رات گہری ہو رہی تھی ساتھ خنکی بڑھ رہی تھی صناع نے پہلی بار یہ روشن روشن مسکراہٹ سے زیاد کی طرف دیکھا اسے یقین تھا یہ مہربان صورت شخص اس کے سارے دکھ سمیٹ لے گا۔ اسے روشانہ کے بارے میں سوچ کر دکھ سا ہوا بھلا اس کے ہاتھ کیا آیا نارسائی و ناکامی اور بدنامی حسد کرنے والے صرف ذات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ عباس مخلص لڑکے کو روشانہ نے خود ٹھکرایا تھا زیاد کو صناع سے چھیننا چاہا تھا پر اپنی عزت ہی گنوا بیٹھی سب کی نگاہوں سے گر گئی اب بھلا وہ کبھی سر بلند ہو سکتی تھی اپنی خود غرضی میں وہ اپنا نقصان بھی فراموش کر بیٹھی تھی۔

آہستہ آہستہ ان کی منزل قریب آتی جا رہی تھی صناع نے اپنے ہمسفر کی طرف دیکھا۔ زیاد نے آنکھیں کھول دیں تو وہ جھینپ سی گئی اس کی چوری پکڑی گئی تھی۔ ٹرین آہستہ آہستہ رک گئی۔ زیاد نے اپنا ہاتھ کھول کر اس کی طرف بڑھایا۔ چند لمحے لیے وہ ہچکچائی پھر اپنا ہاتھ اس کے مضبوط ہاتھ میں دے دیا۔ ایک ایسے ہی سفر میں زیاد اس سے ٹکرایا تھا اس سفر میں اور اس سفر میں زمین آسمان کا فرق تھا کہ پریشانی اور دکھ اس کے ہمراہ نہیں تھا۔ وہ خوشی سے اپنی منزل اپنی پناہ گاہ کی طرف جا رہی تھی کہ اس راستے میں اب کوئی خوف نہیں تھا۔